قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 20 فروری 2021ء | 07 رجب 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:44

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

یَنۡزِلُ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ اِلَی الۡاَرۡضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوۡلَدُ لَہٗ

کہ عیسیٰ ابن مریم جب زمین پر نزول فرما ہوں گے تو شادی کریں گے اور اُن کی اولاد ہو گی۔

(مشکاۃ المصابیح کتاب الرقاق باب نزول عیسیٰ الفصل الثالث حدیث نمبر ۵۵۰۸ دارالکتب العلمیۃ ای ڈیشن ۲۰۰۳ء) (الوفاء باحوال المصطفیٰ لابن جوزی مترجم محمد اشرف سیالوی صفحہ ۸۴۳ ناشر فرید بک سٹال لاہور)

اس شمارہ میں

- ہم یوم مصلح موعود کیوں مناتے ہیں؟ (دربارِ خلافت)
- در مدح حضرت مصلح موعودؓ (منظوم)
- آ رہی اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے (اداریہ)
- اے فضلِ عمر (منظوم)
- پیشگوئی مصلح موعودؓ اور سبز اشتہار
- میں تر ا در چھوڑ کر جاؤں کہاں (منظوم)
- سید نا حضرت مصلح موعودؓ اور علم قرآن
- پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق
- سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ
- تربیت اولاد کے لئے سید نا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا مبارک اُسوہ
- پسر موعود (منظوم)
- اے فضل عمرؓ تجھ کو جہاں یاد کرے گا
- ”دل کا حلیم“... حضرت مصلح موعودؓ
- حضرت مصلح موعودؓ کے تربیت کے متعلق چند پہلو
- حضرت مصلح موعودؓ۔ خدائی تائیدات اور نصرت الٰہی کے نظارے
- حضرت مصلح موعودؓ کے پُر معارف الفاظ میں تقویٰ و پارسائی کا عرفان
- دورِ مصلح موعودؓ اور فن لینڈ
- امریکن عیسائی مشنری زویمر کی قادیان آمد اور حضرت مصلح موعودؓ سے ملاقات

پیشگوئی دربارہ مصلح موعود

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ و السلام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”بِاِلۡہَامِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاِعۡلَامِہٖ عَزَّوَجَلَّ خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جَلَّ شَانُہٗ وَعَزَّ اِسۡمُہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے مُوافِق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تَضَرُّعَات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایہ ٔقبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کَلِید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وَجِیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تُخم سے تیری ہی ذُرِّیَّت و نَسل ہو گا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عَنۡمُوَاۡئِیۡل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رِجس سے پاک ہے۔ اور وہ نُورُاللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صَاحِبِ شَکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوحُ الحَق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیورِی نے اسے اپنے کَلِمَہ تَمۡجِید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دو شَنبَہ ہے مبارک دو شَنبَہ۔ فَرزَند دِلبَند گرَامِی اَرجمَند مَظۡھَرُ الۡاَوَّلِ وَالۡاٰخِرِ۔ مَظۡھَرُ الۡحَقِّ وَ الۡعَلَاءِ۔ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عِطر سے مَمۡسُوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اَسِیروں کی رَستگَارِی کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نُقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا وَکَانَ اَمۡرًا مَّقۡضِیًّا۔“

(اشتہار 20 فروری 1886ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 100-102)

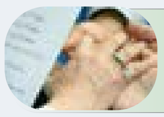

دربارِ خلافت

ہم یومِ مصلح موعود کیوں مناتے ہیں؟

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 20؍ فروری 2009ء میں فرماتے ہیں:

’’...مجھے امید ہے کہ اب بعض لاعلم احمدی جو مختلف جگہوں سے خطوں میں لکھ دیتے ہیں، یہاں بھی سوال کر دیتے ہیں کہ ہم یوم مصلح موعود کیوں مناتے ہیں، باقی خلفاء کے دن کیوں نہیں مناتے ان پر واضح ہو گیا ہو گا کہ مصلح موعود کی پیشگوئی کا دن ہم ایمانوں کو تازہ کرنے اور اس عہد کو یاد کرنے کے لیے مناتے ہیں کہ ہمارا اصل مقصد اسلام کی سچائی اور آنحضرت ﷺ کی صداقت کو دنیا پر قائم کرنا ہے۔ یہ کوئی آپ کی پیدائش یا وفات کا دن نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذریت میں سے ایک شخص کو پیدا کرنے کا نشان دکھلایا تھا جو خاص خصوصیات کا حامل تھا اور جس نے اسلام کی حقانیت دنیا پر ثابت کرنی تھی۔ اور اس کے ذریعہ نظام جماعت کے لیے کئی اور ایسے راستے متعین کر دیے گئے کہ جن پہ چلتے ہوئے بعد میں آنے والے بھی ترقی کی منازل طے کرتے چلے جائیں گے۔

پس یہ دن ہمیں ہمیشہ اپنی ذمہ داری کا احساس کرواتے ہوئے اسلام کی ترقی کے لیے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے اور دلانے والا ہونا چاہیے نہ کہ صرف ایک نشان کے پورا ہونے پر علمی اور ذوقی مزہ لے لیا۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20؍ فروری 2009ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 13؍مارچ 2009ء)

اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 18؍ فروری 2011ء میں فرماتے ہیں:

’’پس آپ کے کام کو دیکھ کر حضرت مصلح موعودؓ کی پیشگوئی کی شوکت اور روشن تر ہو کر ہمارے سامنے آتی ہے اور جیسا کہ مَیں نے کہا اصل میں تو یہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی ہے جس سے ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفی ﷺ کے اعلیٰ اور دائمی مرتبے کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا تعلق صرف ایک شخص کے پیدا ہونے اور کام کر جانے کے ساتھ نہیں ہے۔ اس پیشگوئی کی حقیقت تو تب روشن تر ہو گی جب ہم میں بھی اُس کام کو آگے بڑھانے والے پیدا ہوں گے جس کام کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے تھے اور جس کی تائید اور نصرت کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مصلح موعود عطا فرمایا تھا جس نے دنیا میں تبلیغ اسلام اور اصلاح کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں لگا دیں۔

پس آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اصلاحِ نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔ اصلاحِ اولاد کی طرف بھی توجہ دیں اور اصلاحِ معاشرہ کی طرف بھی توجہ دیں۔ اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لیے بھر پور کوشش کریں جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بنایا تھا۔ پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یومِ مصلح موعود کا حق ادا کرنے والے ہوں گے، ورنہ تو ہماری صرف کھوکھلی تقریریں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18؍ فروری 2011ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 11؍مارچ 2011ء صفحہ 9)

مصلح موعود کا دن مناتے ہیں تو باقی خلفاء کے دن کیوں نہیں مناتے؟

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 17؍ فروری 2012ء میں فرماتے ہیں:

’’اس پیشگوئی کے مصداق تو جیسا کہ مَیں نے کہا یقیناً حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تھے۔ اس کا آپ نے 1944ء میں خود بھی اعلان فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا کہ آپ ہی مصلح موعود ہیں۔ اور اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی خوشی میں یومِ مصلح موعود کے جلسے بھی منعقد کیے جاتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا، آئندہ چند دنوں میں یہ جلسے مختلف جماعتوں میں ہوں گے۔ اس لیے کہ جماعت کے ہر فرد کو پتہ چلے کہ یہ ایک عظیم پیشگوئی تھی جو بڑی شان سے پوری ہوئی۔

یہاں ضمناً میں اُن لوگوں کے لئے بھی جو دنیا کے ماحول کے زیرِ اثر، جن کا دینی علم بھی ناکافی ہے، کئی دفعہ میں بیان پہلے بھی کر چکا ہوں لیکن پھر بھی سوال کرتے رہتے ہیں۔ جو سالگرہ منانے کی خواہش رکھتے ہیں وہ سالگرہ پر یہ سوال کرتے ہیں کہ ہماری بھی سالگرہ منائی جائے۔ اور جیسا کہ مَیں نے کہا دنیا کے زیرِ اثر بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مصلح موعود کا دن مناتے ہیں تو باقی خلفاء کے دن کیوں نہیں مناتے اور پھر سالگرہ کیوں نہیں مناتے؟ یعنی باقی خلفاء کی سالگرہ کی آڑ میں اپنی سالگرہ کی طرف جانا چاہتے ہیں۔ تو یہاں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کا یومِ ولادت نہیں منایا جاتا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی پیدائش تو 12؍ جنوری 1889ء کی ہے۔ اور یہ پیشگوئی جو عظیم الشان پیشگوئی تھی آپ کی پیدائش سے تین سال پہلے کی ہے۔ اُس پیشگوئی کے پورا ہونے کا دن منایا جاتا ہے جو 20؍ فروری 1886ء کو کی گئی تھی اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے یہ پیشگوئی تھی اور یہ پیشگوئی اس لحاظ سے ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17؍ فروری 2012ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 9؍مارچ 2012ء صفحہ 6)

یہ دن حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کی صداقت کا دن ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 15؍ فروری 2013ء میں فرماتے ہیں:

’’پانچ دن کے بعد یومِ مصلح موعود بھی منایا جائے گا۔ 20؍ فروری کو جماعت میں منایا جاتا ہے۔ یہ اس لیے نہیں کہ مصلح موعود کی پیدائش تھی بلکہ اس لیے کہ 20؍ فروری کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مصلح موعود کی جو پیشگوئی فرمائی تھی، یہ اُس کا دن ہے اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ دلیل ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش تو 20؍ فروری کی نہیں تھی۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15؍ فروری 2013ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 8؍مارچ 2013ء صفحہ 5)

☆...☆...☆

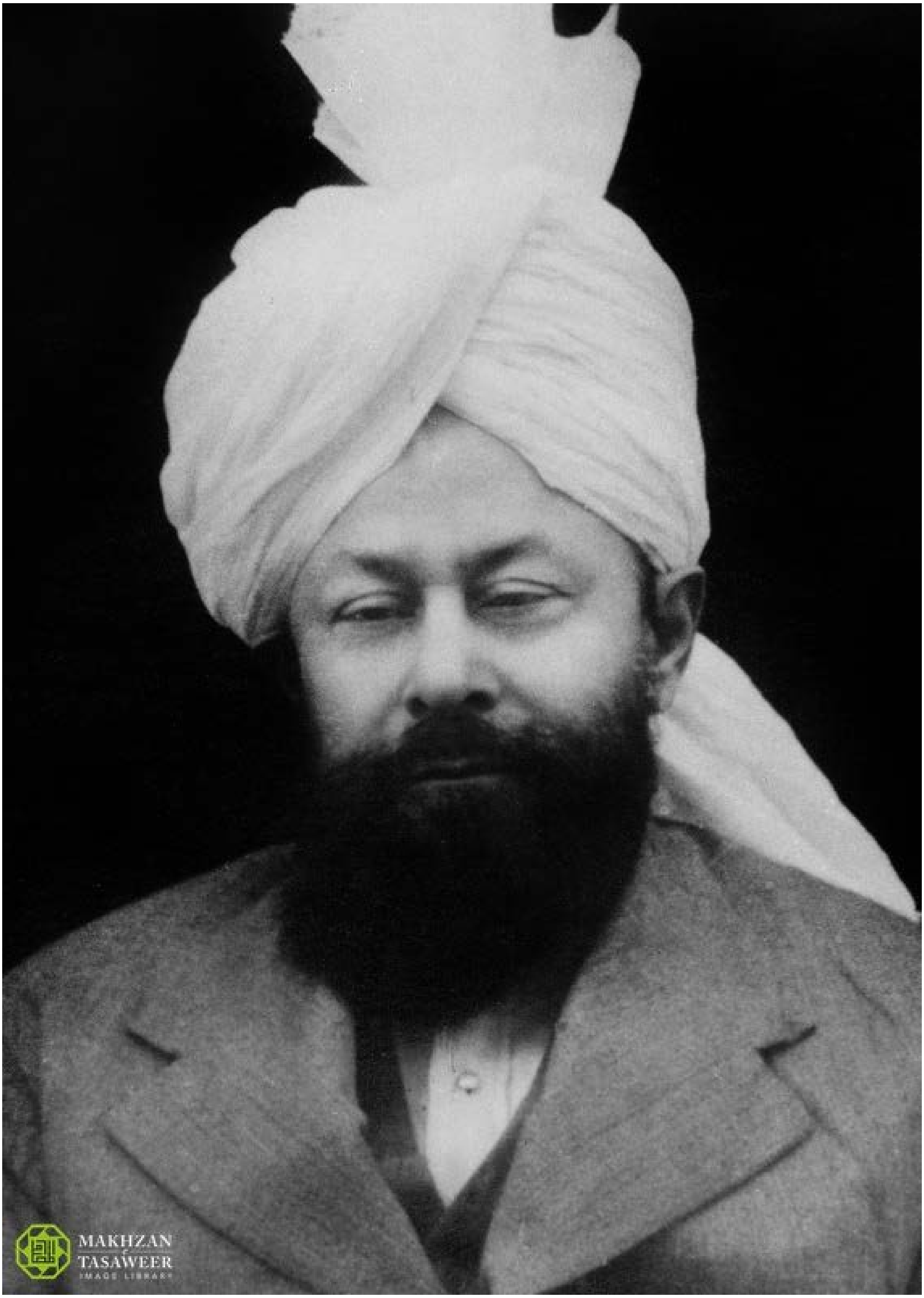
MAKHZAN
TASAWEER
IMAGE LIBRARY

درمدح حضرت مصلح موعودؓ

اے تخیّل گر رسائی پر تجھے کچھ ناز ہے
تا سرِ عرشِ بریں تیری اگر پرواز ہے

شاخ ہائے سدرہ پر گر تُو نشیمن ساز ہے
عالَمِ ملکوت سے تُو کچھ اگر ہم راز ہے

تو مرے محمود کے احسان کی تصویر کھینچ!
نقش ان کے حسن کا در پردۂ تحریر کھینچ!

پنجۂ تسخیر سے بالا مہِ کامل نہیں
توڑنا تارے فلک کے یہ کوئی مشکل نہیں

غیر ممکن کچھ بیانِ جذبہ ہائے دل نہیں
اور بیروں از احاطہ بحرِ بے ساحل نہیں

پر احاطہ مردِ کامل کا بہت دشوار ہے
یہ وہ نکتہ ہے جہاں ادراک بھی لاچار ہے

دیدۂ ظاہر میں اے محمود اک انساں ہے تُو
اہلِ دل کی دید میں پر بحرِ بے پایاں ہے تُو

صورتِ زیبا میں اپنی یوسفِ کنعاں ہے تُو
سیرتِ حسنہ میں اپنی مظہرِ رحماں ہے تُو

احمدِ مُرسل کے ثانی حسن میں احسان میں
خوبیاں تجھ سی نہیں ہرگز کسی انسان میں

تُو مقدّس باپ کے ہم رنگ اے محمود ہے
نصرتِ اسلام روحِ والد و مولود ہے

یہ حقیقت وہ ہے جو خود شاہد و مشہود ہے
لاجرم لاریب تُو ہی مصلحِ موعود ہے

دیر سے آیا ہے تُو اور دُور سے آیا ہے تُو
یعنی اِک نورِ ازل کے نُور سے آیا ہے تُو

حضرتِ احمد سے پہلے تین تھے ایسے بشر
حق تعالیٰ کی بشارت سے ملے جن کو پسر

حضرت ابراہیمؑ اول دوم یحییٰ کے پدر
سوم مریمؑ محصنہ جس پر تھی مولیٰ کی نظر

تیری پیدائش نے احمد کو کھڑا ان میں کیا
ہیں یہی وہ تین جن کو چار تُو نے کر دیا

ارضِ ربوہ پر ہیں جب سے آپ جلوہ گر ہوئے
اس کے ذرّے جگمگا کر ہم سر اختر ہوئے

آپ کی ہمّت سے ہی آباد اُجڑے گھر ہوئے
اور قائم از سر نَو مرکزی دفتر ہوئے

بالیقیں اپنی اولوالعزمی میں تو اک فرد ہے
اے خدا کے شیر! تو اک آسمانی مرد ہے

تیرے دم سے اے مسیحی روح فاروقی دماغ
خانہ اسلام کا روشن ہوا دھندلا چراغ

عاشقانِ ملّتِ احمد کے دل ہیں باغ باغ
دشمنانِ تیرہ باطن کے ہیں سینے داغ داغ

حق نے باندھا ہے ترے سر سہرۂ فتح و ظفر
اے بشیرالدین محمود احمد و فضلِ عمر

نوٹ: یہ نظم سلور جوبلی کے موقع پر قادیان میں پڑھی گئی۔ نیا مرکز ربوہ بننے کے بعد اس نظم میں مولانا نے چند اشعار کا اضافہ کیا۔

(مولانا ظفر محمد ظفرؔ)

اداریہ

آ رہی اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے

اللہ تعالیٰ نے سورۃ ابراہیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت فرمائی۔ وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللّٰهِ (ابراہیم: 6) کہ اے موسیٰ! تو اپنی قوم کو اللہ کے انعام اور اس کے عذاب یاد دلا۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے آیت کے اس حصّے کا ترجمہ یوں فرمایا ہے کہ انہیں اللہ کے دن یاد کرا۔

ویسے تو اس ہدایت پر ہم میں سے ہر ایک کو عمل کر کے اپنے سابقہ دور کو یاد کر کے شکر بجالاتے ہوئے اپنے قدموں کو آگے بڑھانا چاہیئے لیکن آج جماعت احمدیہ میں آنے والے اہم تاریخوں کے حوالے سے کچھ ضبط تحریر میں لانا ہے اور وہ ہے 20 فروری کے حوالے سے **’’پیشگوئی مصلح موعود‘‘**۔

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام آخری زمانہ کے مسیح موعود اور مہدی معہود ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے اِذن سے آئے آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے مختلف مبارک ناموں سے پکارا۔جس کا اظہار آپ خود اپنے ایک منظوم کلام میں یوں فرماتے ہیں۔

؎ میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے دیگر بچوں بالخصوص حضرت یوسف علیہ السلام کا قصّہ سورۃ یوسف میں بہت کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ جس میں حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے گمشدہ بیٹے (حضرت یوسفؑ) جو ہونہار، فرمانبردار تھے۔ کی تلاش میں دعائیں کرتے۔ اللہ کے حضور جھکتے اور اس کا انتظار کرتے رہتے تھے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کو سنا اور اللہ تعالیٰ نے باپ بیٹے (حضرت یعقوب وحضرت یوسف علیہما السلام) کا آپس میں ملاپ کروا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی یعقوب قرار دیا اور آپ کو بھی اپنے موعود بیٹے کا شدّت سے انتظار تھا۔ جب مخالفین احمدیت خصوصاً لیکھرام نے اس پیشگوئی کی شدّت سے مخالفت کی اور کہا کہ آپ کی ذریت بہت جلد منقطع ہو جائے گی غایت درجہ تین سال تک شہرت رہے گی

(بحوالہ کلیات آریہ مسافر حصہ سوئم ص 496 ۔ 498)

اس کے مقابل پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے وعد وعید پر اس حد تک یقین تھا کہ آپ نے فرمایا: ؎

اب تو آ رہی ہے خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

آنحضور ﷺ نے مسیح موعود علیہ السلام کے لئے فرمایا تھا کہ

ینزل عیسیٰ بن مریم الی الارض فیتزوج ویولدلہ

(مشکوۃ مجتبائی ص 480)

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے اور شادی کریں گے اور ان کو اولاد دی جائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ’’آئینہ کمالات اسلام‘‘ میں اس پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

’’اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے خاص طور پر ایک صالح فرزند عطا فرمائے گا جو اپنے باپ کی نظیر ہوگا۔ اور ہر ایک امر میں اس کا مطیع اور فرمانبردار ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے معزز بندوں میں سے ہوگا‘‘

(روحانی خزائین جلد 5 صفحہ 578)

اسی طرح آنحضور ﷺ کی پیشگوئی یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ کے متعلق آپؑ فرماتے ہیں ’’یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اس کی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہوگا اور دین اسلام کی حمایت کرے گا‘‘

(حقیقۃ الوحی۔ 312)

چناں چہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے اذنِ الٰہی سے پیشگوئی کے مطابق 20 فروری کو ایک اشتہار کے ذریعہ لڑکے کی پیدائش کی خبر دی۔ یہ اشتہار سبز رنگ کے کاغذات پر شائع ہوا۔

چنانچہ 12 جنوری 1889ء کو حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے بطن سے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی پیدائش ہوئی۔ آپ کی ولادت باسعادت الٰہی بشارتوں کے مطابق ہوئی جو ہستی باری تعالیٰ ۔سرور دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے 18 فروری 2011 کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

’’یہ ایک عظیم پیشگوئی ہے جو کسی شخص کی ذات سے وابستہ نہیں ہے بلکہ یہ پیشگوئی اسلام کی نشاۃ ثانیہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اس پیشگوئی کی اصل تو آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی ہے۔‘‘

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد مصلح موعودؓ نے لاہور میں 28 جنوری 1944ء کو تقریر کرتے ہوئے پیشگوئی مصلح موعود کا خود کو مصداق قرار دیتے ہوئے فرمایا:

’’پانچ اور چھ جنوری 1944ء کی درمیانی رات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام کے ذریعہ بتایا کہ میں وہی مصلح موعود ہوں جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا تھا۔ اور میرے ذریعہ ہی دور دراز ملکوں میں خدائے واحد کی آواز پہنچے گی۔ میرے ذریعہ ہی محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا‘‘

اس میں کوئی شک نہیں کہ آج بھی دنیا بھر میں جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اعلانات اور اسلام احمدیت کے پیغامات پہنچ رہے ہیں ان کا سہرا حضرت مصلح موعودؓ کے ہی سر ہے کیونکہ اس کا آغاز کرنے والے تو آپ حضرت مصلح موعودؓ ہی تھے۔

میں نے خود سیرالیون مغربی افریقہ میں احمدیوں کے دلوں میں حضرت مصلح موعودؓ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری دیکھی ہے۔ آپ کا نام آتے ہی افریقن احمدیوں کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں اور یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ اس انسان نے ہمیں انسانیت سکھلائی اور حقیقی مسلمان بنایا۔ حالانکہ ان افریقن نے آپ کا چہرہ تک نہیں دیکھا۔

پس ضرورت آج اس بات کی ہے کہ آپ کے نام کو زندہ رکھنے کے لئے ہم میں سے ہر ایک کو چھوٹا مصلح موعود بن کر آپ کے لگائے ہوئے پودے کو مزید سرسبز و شاداب بنانے کے لئے محنت کرنی ہوگی۔ اور اللہ کی بڑائی ثابت کرنے اور اسلام و احمدیت کی سچائی اور قرآن کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے اپنے آپ کو ان راستوں پر استوار کرنا ہوگا جن کے نقوش حضرت مصلح موعودؓ نے ہمارے لئے وا کیے ہیں۔ ؎

اِک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

اے فضلِ عمر

اے فضلِ عمر تیرے اوصاف کریمانہ
بتلا ہی نہیں سکتا میرا فکرِ سخندانہ
ہر روز تو تجھ جیسے انسان نہیں لاتی
یہ گردشِ روزانہ یہ گردشِ دورانہ
ڈھونڈیں توکہاں ڈھونڈیں پائیں توکہاں پائیں
سلطانِ بیاں تیرا اندازِ خطیبانہ
دکھ درد کے ماروں کو سینے سے لگاتا تھا
تو سوچتا ہی نہ تھا اپنا ہے یا بیگانہ
قدرت نے جنہیں بخشا اک نورِ یقیں محکم
ہائے وہ تیری آنکھیں وہ نرگس مستانہ
ہاں علم و عمل میں تھا اک پیکرِ عظمت تُو
قرآن کا شیدائی اللہ کا دیوانہ
اسلام کی مشعل کو دنیا میں کیا روشن
اور تُو نے اجاگر کی سرگرمیٔ فرزانہ
ہمدم ہے جو اب بھی ربوہ کی فضاؤں میں
وہ روحِ بزرگانہ وہ شفقتِ پدرانہ
عابدؔ ہے دعا میری محمود کے مقصد کو
دنیا میں ملے جلدی اک نصرتِ شاہانہ
اے فضلِ عمر تیرے اوصاف کریمانہ
یاد آ کے بناتے ہیں ہر روح کو دیوانہ

(مبارک احمد عابد)

(ڈاکٹر فضل الرحمٰن۔ تنزانیہ)

پیشگوئی مصلح موعودؓ اور سبز اشتہار

(ایک ضروری وضاحت)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف براہین احمدیہ کی اشاعت کے ذریعہ ہندوستان کے مذہبی حلقوں میں ایک تہلکہ مچادیا۔ تمام دیگر مذاہب پر اسلام کی عظمت اور حقانیت ثابت کرنے کے لئے نشان نمائی کا دعویٰ فرمایا اور ہر طالب حق کو دعوت دی کہ جو نشان دیکھنے کی طلب رکھتا ہو وہ نیک نیتی سے حضرت اقدسؑ سے اس کا متمنی ہوسکتا ہے۔ اس پر قادیان کے ہندوؤں نے 1885ء میں ایک خط حضرت اقدس علیہ السلام کو تحریر کیا کہ ہم جو آپ کے قریب رہنے والے ہیں ہمارا زیادہ حق ہے کہ ہمیں اسلام کی سچائی کا کوئی نشان ایک سال کے اندر اندر دکھایا جائے۔ اس خط پر دس ہندوؤں نے دستخط کئے۔ جب یہ خط حضور کی خدمت میں پہنچا تو حضور نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور ان ہندوؤں سے وعدہ فرمایا کہ ایک سال کے اندر اندر انہیں اسلام کی عظمت اور منجانب اللہ ہونے کا نشان دکھایا جائے گا۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بہت توجہ سے دعا کرنے کی خاطر مکمل تخلیہ اور انقطاع الیٰ اللہ کا فیصلہ فرمایا اور قادیان سے ہوشیار پور کا سفر بہ نیت چلہ کشی اختیار فرمایا۔ 40دن کی دعاؤں اور تضرعات کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک عظیم الشان بیٹے کی خوشخبری سے نوازا۔ اس پیشگوئی کے اظہار کے لئے حضرت اقدس نے 20 فروری 1886ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا جو پیشگوئی کی تفصیل پر مشتمل ہے اور پیشگوئی مصلح موعود کے نام سے جماعت میں مشہور ہے۔ اس اشتہار میں بیٹے کی پیدائش کا اعلان تو تھا مگر وقت کی تعین نہیں تھی کہ کب پیدا ہوگا۔ چنانچہ 22 مارچ 1886ء کو حضرت اقدس علیہ السلام نے ایک اور اشتہار شائع فرمایا جس میں اس موعود بیٹے کی پیدائش کی میعاد 9 سال ظاہر فرمائی۔

میرے اس نوٹ کا مقصد اُس غلط فہمی کو دور کرنا ہے جو بڑی کثرت سے جماعت میں راہ پا گئی ہے اور اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ 20 فروری کو جو پیشگوئی مصلح موعود شائع ہوئی وہ سبز رنگ کے کاغذ پر شائع کی گئی تھی اور پیشگوئی مصلح موعود اور سبز اشتہار ایک ہی چیز ہیں جبکہ یہ بات درست نہیں اور یہ دو علیحدہ علیحدہ اشتہار ہیں جو مختلف وقتوں میں شائع کئے گئے۔

پیشگوئی مصلح موعود کی اشاعت کے جلد بعد جس بچے کی پیدائش ہوئی وہ آپ کی بیٹی صاحبزادی عصمت بی بی تھیں۔ جن کی بعد ازاں وفات ہوگئی۔ اس پر ہندوؤں اور دوسرے مخالفین کی جانب سے حضرت اقدس علیہ السلام پر پیشگوئی پوری نہ ہونے کا الزام لگا کر تمسخر کیا گیا۔ پھر اگلے سال 7/اگست 1887ء کو ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام بشیر رکھا گیا جسے جماعت میں بشیر اوّل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ فرزند 4 نومبر 1888ء کو وفات پا گیا۔ بشیر اوّل کی وفات سے مخالفین کو بے حد شوروغوغا اور استہزاء کرنے کا ایک اور موقع ہاتھ آ گیا۔ یہ وقت حضرت اقدسؑ کے معتقدین کے لئے بھی بڑے ابتلاء کا باعث تھا۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے اس پر ایک رسالہ شائع فرمایا جس کا نام ''حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر'' رکھا گیا۔ یہ رسالہ کئی صفحات پر مشتمل تھا اور اسے سبز رنگ کے کاغذ پر شائع کیا گیا۔ اس کی تاریخ اشاعت یکم دسمبر 1888ء تھی۔ یہی وہ رسالہ ہے جو سبز اشتہار کے نام سے مشہور ہوا۔ اس اشتہار میں حضور علیہ السلام نے وضاحت فرمائی کہ پسر موعود کے لئے 9 سال کی میعاد مقرر تھی اس کا مطلب یہ نہیں کہ کوئی اور بچہ پیدا نہیں ہوگا لیکن وہ موعود اس عرصہ میں ضرور پیدا ہوگا جس کی پیشگوئی 20/فروری 1886ء کے اشتہار میں کی گئی تھی۔ اسی سبز اشتہار میں حضور نے اپنا ایک کشف بھی بیان فرمایا کہ آپ نے مسجد کی دیوار پر محمود لکھا ہوا دیکھا اور فرمایا کہ اب جو لڑکا پیدا ہوگا اس کا نام بشیر اور محمود ہوگا۔ چنانچہ 12/جنوری 1889ء کو حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمدؓ کی پیدائش ہوئی جو 20 فروری 1886ء کی پیشگوئی پسر موعود اور مصلح موعود کے حقیقی مصداق ہیں۔ مختصراً یہ یاد رکھنا چاہئے کہ

1۔ پیشگوئی مصلح موعود 20 فروری 1886ء کو عام سفید کاغذ پر شائع ہوئی

2۔ حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر یکم دسمبر 1888ء کو سبز رنگ کے کاغذ پر شائع کی گئی (سبز اشتہار)

مَیں ترا در چھوڑ کر جاؤں کہاں

مَیں ترا در چھوڑ کر جاؤں کہاں
چینِ دل آرامِ جاں پاؤں کہاں

یاں نہ گر روؤں کہاں روؤں بتا
یاں نہ چِلّاؤں تو چِلّاؤں کہاں

تیرے آگے ہاتھ پھیلاؤں نہ گر
کس کے آگے اور پھیلاؤں کہاں

جاں تو تیرے در پہ قرباں ہو گئی
سر کو پھر مَیں اور ٹکراؤں کہاں

کون غم خواری کرے تیرے سوا
بارِ فکر و حزن لے جاؤں کہاں

دل ہی تھا سو وہ بھی تجھ کو دے دیا
اب میں اُمیدوں کو دفناؤں کہاں

بڑھ رہی ہے خارشِ زخمِ نہاں
کس طرح کھجلاؤں۔ کھجلاؤں کہاں

کثرتِ عصیاں سے دامن تر ہوا
ابرِ اشکِ توبہ برساؤں کہاں

(کلام محمود صفحہ 104)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ اور علم قرآن

رجال فارس کے ذریعہ علوم قرآن کے ظہور کی پیشگوئی

سورۃ جمعہ کی ابتدائی آیات میں ذکر ہے کہ خدائے قدوس نے روئے زمین پر اپنی بادشاہت قائم کرنے کے لئے اپنے برگزیدہ نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ جس نے انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سنائیں۔ کتاب اور حکمت سکھائی اور پاک کیا جبکہ اس سے پہلے وہ ایک کھلی گمراہی میں تھے۔ وہی غالب اور حکیم خدا آخرین یعنی ایک دوسری قوم میں جو ابھی ان سے نہیں ملی (بعد میں آنے والی ہے) دوبارہ رسول کی بعثت کرے گا جو ان کو کتاب وحکمت سکھا کر ان کا تزکیہ کرے گا۔ سورۃ جمعہ کی ان آیات کے نزول پر صحابہ نے پوچھا کہ وہ آخرین کون لوگ ہیں؟ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ

’’اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی ہوا تو ایک فارسی الاصل یا کچھ فارسی مرد اسے واپس لائیں گے۔‘‘ (بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعہ)

دوسری روایت میں ایمان کی بجائے دین اور علم کے الفاظ بھی ہیں یعنی اگر دین اور علم ثریا کی بلندی پر اٹھ گیا تو ابناء فارس اسے واپس لے آئیں گے۔ (مسلم کتاب الفضائل ومسند احمد جلد 2 صفحہ 420)

یہ پیشگوئی بڑی شان کے ساتھ بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی موعود کے ذریعہ پوری ہوئی۔ جن کو بار بار وحی الٰہی سے اس حدیث کا اوّل مصداق ٹھہرایا گیا۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 502)

پیشگوئی مصلح موعود اور شرف کلام اللہ

قرآن کی تعلیم وخدمت اور اس کی اشاعت کا فیض عام کسی فرد سے محدود نہیں ہوسکتا۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے پیشگوئی میں رجال فارس کا ذکر فرمایا تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کے بعد اس روحانی مشن کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کے طفیل بطور نشان ایک موعود لڑکے کی پیدائش کی بشارت دی۔ تا اس کے ذریعے دین حق کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ نیز اسے ’’کلمۃ اللہ‘‘ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ ’’وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 95)

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی زندگی میں واضح فرمادیا کہ وہ موعود فرزند حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد (1889ء۔1965ء) تھے۔ جو 1914ء میں جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ منتخب ہوئے اور خود انہوں نے 1944ء میں خدا تعالیٰ سے علم پانے کے بعد اسے گواہ ٹھہرا کر اپنے آپ کو اس پیشگوئی کا مصداق اور مصلح موعود قرار دیا۔

(خطبہ جمعہ 28 جنوری 1944ء)

اس پیشگوئی میں علوم ظاہری سے پُر کئے جانے کے نشان کے متعلّق سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا۔

’’پیشگوئی کے ان الفاظ کا .... یہ مفہوم ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم دینیہ اور قرآنیہ سکھلائے جائیں گے اور خدا خود اس کا معلّم ہو گا .... میری تعلیم جس رنگ میں ہوئی ہے وہ اپنی ذات میں ظاہر کرتی ہے۔ کہ انسانی ہاتھ میری تعلیم میں نہیں تھا۔‘‘

امر واقعہ یہ ہے کہ بچپن سے ہی حضرت مصلح موعودؓ کی صحت خراب رہتی تھی۔ آپ کو آشوب چشم کی تکلیف کے باعث مدرسہ کی رسمی تعلیم کے حصول میں بھی دقت رہی۔ پھر خرابی جگر اور تلی بڑھ جانے کے ساتھ بخار اور گلے میں خنازیر کی شکایت بھی ایک عرصہ تک رہی۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے قرآن اور بخاری اس طرح پڑھے کہ وہ پڑھتے جاتے اور آپ سنتے جاتے۔ یا اُن کا درس قرآن سنا اور عربی کے چند رسالے پڑھے۔

(الموعود، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 565 تا 570)

بظاہران نامساعد حالات میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ بھی آپ کو قرآن شریف کے مطالب سے آگاہ فرمایا اور آپ نے ڈنکے کی چوٹ پر یہ اعلان کیا۔

’’میں ساری دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس دنیا کے پردہ پر کوئی شخص ایسا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُسے قرآن سکھایا گیا ہے تو میں ہر وقت اس سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن میں جانتا ہوں آج دنیا کے پردہ پر سوائے میرے اور کوئی شخص نہیں جسے خدا کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا گیا ہو۔ خدا نے مجھے علم قرآن بخشا ہے اور اِس زمانہ میں اُس نے قرآن سکھانے کے لئے مجھے دنیا میں استاد مقرر کیا ہے۔‘‘

(الموعود، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 647)

فرشتوں کے ذریعہ قرآنی علوم کی تعلیم

فرشتوں کے ذریعہ قرآن سیکھنے کے روحانی تجربہ کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا۔

’’میں اس جگہ ایک اپنا مشاہدہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ میں چھوٹا ہی تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مشرق کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوں اور میرے سامنے ایک وسیع میدان ہے۔ اس میدان میں اس طرح کی ایک آواز پیدا ہوئی جیسے برتن کو ٹھکورنے سے پیدا ہوتی ہے یہ آواز فضا میں پھیلتی گئی اور یوں معلوم ہوا کہ گویا وہ سب فضا میں پھیل گئی ہے اس کے بعد اس آواز کا درمیانی حصّہ متمثل ہونے لگا اور اس میں ایک چوکھٹا ظاہر ہونا شروع ہوا جیسے تصویروں کے چوکھٹے ہوتے ہیں کچھ ہلکے سے رنگ پیدا ہونے لگے آخر وہ رنگ روشن ہو کر ایک تصویر بن گئے اور اس تصویر میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ ایک زندہ وجود بن گئی اور میں نے خیال کیا کہ یہ ایک فرشتہ ہے۔ وہ فرشتہ مجھ سے مخاطب ہوا اور اس نے مجھے کہا کہ میں تم کو سورہ فاتحہ کی تفسیر سکھاؤں تو میں نے کہا کہ ہاں آپ مجھے ضرور اس کی تفسیر سکھائیں پھر اس فرشتہ نے مجھے سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھانی شروع کی یہاں تک کہ وہ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ تک پہنچا۔ یہاں پہنچ کر اس نے مجھے کہا کہ اس وقت تک جس قدر تفاسیر لکھی جا چکی ہیں وہ اس آیت تک ہیں۔ اس کے بعد کی آیات کی تفسیر اب تک نہیں لکھی گئی۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا کیا میں اس کے بعد کی آیات کی تفسیر بھی تم کو سکھاؤں اور میں نے کہا ہاں۔ جس پر فرشتہ نے مجھے اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ اور اس کے بعد کی آیات کی تفسیر سکھانی شروع کی اور جب وہ ختم کر چکا تو میری آنکھ کھل گئی اور جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ اس تفسیر کی ایک دو باتیں مجھے یاد تھیں۔ لیکن معاً بعد میں سوگیا اور جب اٹھا تو تفسیر کا کوئی حصّہ بھی یاد نہ تھا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد مجھے ایک مجلس میں اس سورۃ پر کچھ بولنا پڑا اور میں نے دیکھا کہ اس کے نئے نئے مطالب میرے ذہن میں نازل ہو رہے ہیں اور میں سمجھ گیا کہ فرشتہ کے تفسیر سکھانے کا یہی مطلب تھا۔ چنانچہ اس وقت سے لے کر آج تک ہمیشہ اس سورۃ کے نئے نئے مطالب مجھے سکھائے جاتے ہیں۔ جن میں سے سینکڑوں میں مختلف کتابوں اور تقریروں میں بیان کر چکا ہوں اور اس کے باوجود وہ خزانہ خالی نہیں ہوا۔‘‘ (تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ 5و6)

دین حق کا شرف اور نسخ فی القرآن کا عقیدہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود کے ذریعہ قرآن کریم کی عظمت اور شان کو قائم فرمایا۔ آپ نے قرآن کریم میں ناسخ ومنسوخ آیات کی موجودگی کے خلافِ شان عقیدہ کی دلائل سے تردید فرمائی۔ اور ان آیات کے حل پیش فرمائے جن کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ناسخ یا منسوخ قرار دیا جارہا تھا۔

علماء ومفسرین نے قرآن کریم میں ناسخ ومنسوخ کا عقیدہ تسلیم کرتے ہوئے پانچ سو تک آیات منسوخ قرار دیں جو کلام الٰہی پر ایسا دھبہ ہے جس سے اس کے خدا کا کلام ہونے سے ہی اعتبار اٹھ جاتا ہے۔ اس عقیدہ کی رو سے (1) قرآن کی طرف ایسی آیات بھی منسوب کی جاتی ہیں جو اس میں موجود تو نہیں مگر ان پر عمل واجب ہے۔ جیسے آیت الرجم۔ (2) عقیدہ نسخ کے مطابق بعض ایسی آیات بھی ہیں جو قرآن میں موجود تو ہیں مگر ان کا حکم منسوخ مانا جاتا ہے۔ جیسے لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ (البقرۃ:257) کہ دین میں جبر نہیں۔ اس آیت کو آیات جہاد و قتال سے منسوخ سمجھا جاتا ہے۔ (3) تیسرے ایسی آیات جن کے الفاظ اور حکم دونوں منسوخ ہیں۔ جیسے تحویل قبلہ سے متعلق آیات۔ (دیکھیں تفسیر روح المعانی، اتقان، فوز الکبیر)

یہ عقیدہ کسی قدیم زمانہ جاہلیت سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ آج تک اس کے قائلین بڑے فخر سے یہ عقیدہ بیان کرتے چلے آرہے ہیں۔ دور حاضر کے ایک عالم مفتی محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں۔

’’جمہور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ قرآن میں ایسی آیات موجود ہیں جن کا حکم منسوخ ہوچکا ہے۔‘‘ (علوم القرآن صفحہ 172)

اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت بانی جماعت احمدیہ کو حکم وعدل بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپؑ نے اصولی طور پر اس باطل عقیدہ کی تردید کر کے خدا کے کلام کی حفاظت کا حق ادا کر دکھایا۔ پھر آپ کے موعود فرزند حضرت مصلح موعودؓ نے پیشگوئی کے مطابق کلام اللہ کا شرف قائم کرتے ہوئے نہ صرف اس عقیدہ کا رد کیا بلکہ منسوخ سمجھی جانے والی آیات کی قابل فہم تفسیر سے ان کا معقول اور قابل قبول حل پیش فرمایا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

’’حضرت مسیح موعودؑ نے آکر بتایا کہ شروع سے لے کر آخر تک سارا قرآن قابل عمل ہے۔ بسم اللہ کی ’ب‘ سے لے کر والناس کی ’س‘ تک قرآن کریم قائم اور قیامت تک کے لئے قابل عمل ہے۔ آپؑ کے یہ الفاظ مجھے خوب یاد ہیں کہ جب کوئی انسان اس بات کا قائل ہوگا کہ قرآن کریم کے اندر ایسی آیات بھی موجود ہیں جو منسوخ ہیں۔ تو اُسے کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ قرآن کریم پر غور کرے اور سوچے اور اس کے احکام پر عمل

کرنے کی کوشش کرے۔ وہ تو کہے گا کہ جب اس میں ایسی آیات بھی ہیں جو منسوخ ہیں تو میں ان پر غور کر کے اپنا وقت کیوں ضائع کروں۔ ممکن ہے میں جس آیت پر غور کروں مجھے بعد میں معلوم ہو کہ وہ منسوخ ہے۔ لیکن جو شخص یہ کہے گا کہ یہ کلام تمام کا تمام غیر منسوخ ہے اور اس کا ہر شوشہ تک قابل عمل ہے وہ اس کے سمجھنے کی بھی کوشش کرے گا اور اس طرح قرآن اس کی معرفت کی ترقی کا موجب بن جائے گا۔''

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 97)

نسخ فی القرآن کے ثبوت میں سورۃ بقرہ کی آیت 107 مَانَنۡسَخۡ مِنۡ اٰیَۃٍ پیش کر کے اس کا ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ ہم کوئی آیت منسوخ کریں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی آیت لیکر آتے ہیں۔ سیدنا حضرت مصلح موعود نے یہ لطیف وضاحت فرمائی کہ یہاں آیت سے مراد قرآنی آیت نہیں بلکہ نشان کے معنے ہیں۔ آپؓ نے تحریر فرمایا:۔

''اس سے یہ مراد نہیں کہ ہم قرآن کی کسی آیت کو منسوخ کر دیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب ہم کسی نشان کو ٹلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر نشان لے آتے ہیں یا کم سے کم ویسا ہی نشان اور ظاہر کرتے ہیں تا کہ دنیا کے لئے ہدایت کا موجب بنے۔

مفسرین نے اس کے یہ معنے کئے ہیں کہ جب قرآن کی کوئی آیت منسوخ کی جائے تو ویسی ہی آیت اور آ جاتی ہے۔ لیکن اگر کتاب ہی کی آیت مراد لیں تو اس آیت کے یہ معنے لینے چاہئیں کہ اگر ہم تورات اور انجیل میں سے کسی حصہ کو منسوخ کریں تو قرآن کریم میں یا تو ویسی ہی تعلیم نازل کر دیں گے یا اس سے بہتر نازل کر دیں گے۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہو گی۔''

(تفسیر صغیر صفحہ 24 حاشیہ نمبر 2)

قائلین نسخ سورۃ نحل کی آیت 102 کو بھی نسخ کی تائید میں پیش کرتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''جب ہم کسی آیت کی جگہ دوسری آیت بدلتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جسے وہ نازل کرتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ تو مفتری ہے۔''

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعود کیا خوب فرماتے ہیں۔

''تاریخ سے کوئی ایک آیت بھی ثابت نہیں ہوتی جسے بدل کر اس جگہ دوسری آیت رکھی گئی ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو قرآن کے سینکڑوں حافظ جنہوں نے رسول کریمؐ کی زندگی میں قرآن کریم کو حفظ کر لیا تھا اس امر کی شہادت دیتے کہ پہلے ہمیں فلاں آیت کے بعد فلاں آیت یاد کروائی گئی تھی۔ لیکن اس کے بعد اسے بدل کر فلاں آیت یاد کروائی گئی۔ اس قسم کی شہادت کا نہ ملنا بتاتا ہے کہ اس بارہ میں جس قدر خیالات رائج ہیں ان کی بنیاد محض ظنیات پر ہے نہ کہ علم پر۔ میں اس کا منکر نہیں کہ بعض احکام زمانہ نبویؐ میں بدلے گئے ہیں۔ مگر مجھے قرآن کریم کے کسی حکم کی نسبت ثبوت نہیں ملتا کہ پہلے اور طرح ہو اور بعد میں بدل دیا گیا ہو۔ میرے نزدیک جو احکام وقتی ہوتے تھے وہ غیر قرآنی وحی میں نازل ہوتے تھے۔ قرآن کریم میں اترتے ہی نہ تھے۔ اس لئے قرآن کریم کو بدلنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی تھی۔''

(تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ 273)

عصمت انبیاء

دین حق کے شرف کا تعلق خدا تعالیٰ کے کلام، اس کے مرسلین و مامورین کی سچائی اور عزت وعظمت کے قیام سے بھی ہے۔ انبیاء کی عصمت اہل اسلام کا مسلمہ عقیدہ ہے لیکن اس مسئلہ سے متعلق بعض قرآنی آیات کے ترجمہ وتفسیر میں مختلف علماء ومفسرین نے ٹھوکر کھائی مثلاً حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت یونسؑ، حضرت ایوبؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ اور خود نبی کریمؐ کے بارہ میں بعض ایسے تراجم یا تفاسیر پائی جاتی ہیں جن سے نہ صرف عصمت انبیاء پر زد پڑتی ہے۔ بلکہ خدا کے پاک کلام پر بھی حرف آتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کا صدیق ہونا

حضرت ابراہیمؑ کے متعلق بائبل کی روایات سے متاثر ہو کر مسلمان علماء کی تفاسیر میں بھی بالعموم تین جھوٹ ان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ اوّل سورہ الصافات کی آیت 90 کے مطابق حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کے لوگوں سے ایک بحث کے دوران یہ کہا کہ میں سقیم یعنی بیمار ہوں حالانکہ آپ تندرست تھے۔ دوسرے سورۃ الانبیاء کی آیت 64 کے مطابق حضرت ابراہیمؑ نے بت توڑے پھر ان کے توڑنے سے انکار کیا۔ آپؑ نے بت توڑنے کے بعد پوچھنے پر فرمایا کہ سب سے بڑے بت نے یہ کام کیا ہے اور تیسرے انہوں نے اپنی بیوی سارہ کو شاہ مصر سے بچانے کے لئے اپنی بہن قرار دیا۔ (تفسیر طبری جز 23 صفحہ 71) اس کا اصولی جواب تو سورہ مریم کی آیت 42 میں ہے جس میں حضرت ابراہیمؑ کو صِدِّیۡقًا نَّبِیًّا یعنی سچا نبی قرار دیا ہے۔ اس کی تفسیر کرتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا کہ

''بائبل ابراہیمؑ کو جھوٹا قرار دیتی ہے۔ پیدائش 20/1-13 کہ اس نے بادشاہ سے ڈر کر اپنی بیوی کو بہن کہا........ یہ بیان بالکل غلط ہے۔ ابراہیمؑ صدیق بھی تھا اور نبی بھی تھا۔ یعنی سچ کی اسے اتنی عادت تھی کہ جھوٹ بول ہی نہیں سکتا تھا۔'' (تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 260)

حضرت ابراہیمؑ کی طرف منسوب ہونے والے جھوٹوں کی تردید اور ان آیات کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے مزید بیان فرمایا کہ (1) اِنِّیۡ سَقِیۡمٌ (الصافات:90) کا یہ مطلب نہیں کہ واقعی بیمار ہوں بلکہ ستاروں کی چال کے اندازہ کے مطابق بیمار ہونے والا ہوں۔ آپؓ فرماتے ہیں۔

''قرآن کریم بتا چکا ہے کہ ابراہیمؑ ان باتوں پر ایمان نہیں رکھتا تھا مگر اپنی قوم کو شرمندہ کرنے کے لئے اس نے کہا کہ تمہاری جوتش کے اصول سے تو میں بیمار ہونے والا ہوں۔ مگر دیکھنا کہ خدا تعالیٰ مجھے کیا کیا توفیق دیتا ہے اور تم کو جھوٹا ثابت کرتا ہے۔

(تفسیر صغیر صفحہ 590 حاشیہ)

(2) سورہ انبیاء آیت 64 میں بت توڑنے سے حضرت ابراہیمؑ نے انکار نہیں فرمایا بلکہ جیسا کہ آیت میں بَلۡ فَعَلَہٗ کے بعد وقف ہے۔ اسے مدنظر رکھ کر آیت کو پڑھا جائے تو آیت کا مطلب صاف اور واضح ہے کہ ''ابراہیمؑ نے کہا آخر کسی کرنے والے نے تو یہ کام ضرور کیا ہے۔ یہ سب سے بڑا بت سامنے کھڑا ہے۔ اگر وہ بول سکتے ہوں تو ان سے پوچھ کر دیکھو۔'' (تفسیر صغیر صفحہ 415)

آیت میں وقف نہ کرنے کی صورت میں اس کا حل بیان کرتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''دوسرے معنے یہ ہیں کہ ابراہیمؑ اپنی عادت کے مطابق تعریضاً کلام کرتے ہیں کہ نہیں میں نے کیوں کرنا تھا۔ اس نے کیا ہو گا۔ ایسے کلام سے مراد انکار نہیں بلکہ یہ مراد ہوتا ہے کہ کیا یہ سوال بھی پوچھنے والا تھا میں نہ کرتا تو کیا اس بت نے کرنا تھا۔'' (تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 530)

(3) بیوی کو دینی لحاظ سے بہن قرار دینے والی روایت اگر درست بھی ہو تو تعریضی کلام کی ذیل میں آئے گی۔

حضرت لوطؑ اور ان کی بیٹیوں کی عزت وحرمت

سورہ ھود کی آیت 79 اور الحجر کی آیت 72 میں حضرت لوطؑ کے اجنبی مہمانوں کی آمد پر قوم کے اشتعال میں آنے کا ذکر ہے۔ جس پر حضرت لوطؑ نے فرمایا ھٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِیۡ ھُنَّ اَطۡھَرُ لَکُمۡ یہ میری بیٹیاں ہیں جو تمہارے لئے پاکیزہ ہیں۔ ان آیات کی تفسیر میں علماء نے لکھا ہے کہ حضرت لوطؑ کی قوم اجنبی مردوں سے بے حیائی کا ارتکاب کرتی تھی۔ حضرت لوطؑ کے مہمانوں کی آمد پر قوم نے انہیں منع کیا تو آپؑ نے فرمایا یہ میری بیٹیاں ہیں اگر تم یہی کام کرنا چاہتے ہو یعنی لذت اور اپنی خواہش پوری کرنا ہے تو میری بیٹیوں سے شادی کر لو۔ آپ نے بیٹیوں کے بدلہ مہمانوں کو قبیح فعل سے بچانا چاہا۔

(تفسیر مراح اللبید جز اول صفحہ 466)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''حضرت لوطؑ کی دو بیٹیاں اس شہر کے لوگوں میں بیاہی ہوئی تھیں۔ مسلمان مفسر اس جگہ غلطی سے یہ معنی کرتے ہیں کہ میری لڑکیوں سے اپنی شہوت پوری کرو اور میرے مہمانوں کو نہ چھیڑو۔ یہ ایک خطرناک خیال ہے اور ایک نبی کی ذات پر حملہ ہے۔ آیت کا مفہوم صاف ہے کہ ان لوگوں کو جیسا کہ قرآن مجید اور بائبل سے ثابت ہے کہ یہ غصہ تھا کہ لوط اجانب کو کیوں لائے یہ خواہش نہ تھی کہ انہیں اپنی شہوت کا شکار بنائیں۔ اور جیسا کہ بائبل کہتی ہے دو لڑکیاں پہلے سے ان میں بیاہی ہوئی تھیں۔ ان کی طرف اشارہ کرنا لوط کو بیوقوف بنانا ہے۔ لوط صرف یہ کہتے تھے کہ ان لڑکیوں کی موجودگی سے تم سمجھ سکتے ہو کہ میں یا میرے مہمان تم سے کوئی غداری نہیں کریں گے۔ پس خواہ مخواہ گھبراتے کیوں ہو۔

(تفسیر صغیر صفحہ 282)

قصہ زلیخاء اور حضرت یوسفؑ کی براءت

حضرت یوسفؑ اور زلیخا کے قصہ میں بھی مفسرین نے خدا کے ایک نبی کی طرف ایسی باتیں منسوب کی ہیں۔ جن کی ایک نبی تو کجا ایک عام خدا ترس انسان سے بھی توقع نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی ایسی روایات حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کی طرف صحیح سند سے ثابت ہیں کہ نعوذ باللہ حضرت یوسفؑ نے اس عورت کے ساتھ بدی کا ارادہ کر لیا تھا۔ جیسا کہ ان کے شاگرد مجاہد سے روایت ہے کہ حضرت یوسفؑ زلیخا کے سامنے ایسے بیٹھ گئے جیسے خاوند اپنی بیوی سے ہم صحبت ہوتے ہوئے بیٹھتا ہے۔ (تفسیر طبری جز 12 صفحہ 183 مطبوعہ مصر)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

''اس آیت میں بتایا ہے کہ عزیز کی بیوی نے حضرت یوسفؑ کے متعلق ایک ارادہ کیا لیکن وہ اسے پورا نہ کر سکی۔ اسی طرح حضرت یوسفؑ نے اس کے متعلق ایک ارادہ کیا لیکن وہ بھی اس ارادہ کو پورا نہ کر سکے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ دونوں نے آپس میں بدی کا ارادہ کیا لیکن یہ درست نہیں کیونکہ اس کی نفی پہلی آیت میں ہو چکی ہے۔ وہاں اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے کہ یوسف کو عزیز کی بیوی نے اس کے دلی خیالات کے خلاف پھسلانا چاہا اور اس کی باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ اس نے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اس کام کے بدانجام سے اس عورت کو بھی ڈرایا۔ اس آیت کی موجودگی میں ھَمَّ بِھَا کے یہ معنی کسی طرح نہیں کئے جا سکتے کہ یوسف نے اس عورت سے کسی بری بات کا ارادہ کر لیا۔'' (تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ 297)

حضرت داؤدؑ پر ایک جرنیل کی بیوی پسند آ جانے کا الزام

حضرت داؤدؑ کے بارہ میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کی خواہش اور دعا کے نتیجہ میں آزمائش کی مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہوئے۔ کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کی 99 بیویاں تھیں۔ ایک جرنیل اہریا کی بیوی کو نہاتے دیکھا تو وہ پسند آ گئی۔ اس جرنیل کو محاذ پر بھجوا دیا جہاں وہ مارا گیا اور آپ نے اس کی بیوہ سے شادی کر لی۔ (تفسیر طبری جز 23 صفحہ 147)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ سورۃ صٓ کی آیت 24 اور 25 کی تفسیر میں اصل حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''مفسر کہتے ہیں حضرت داؤدؑ کی ننانوے بیویاں تھیں مگر ایک جرنیل کی بیوی آپ کو پسند آئی انہوں نے جرنیل کو خطرناک مقام پر بھجوا دیا تا مارا جائے پھر اس کی بیوی پر قبضہ کر لیا اللہ تعالیٰ نے سبق دینے کے لئے فرشتوں کو بھیجا جنہوں نے نعوذ باللہ یہ نبیوں والا جھوٹ بنایا لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت داؤدؑ کی بادشاہت جب لمبی ہوگئی تو ان کے دشمنوں نے سر اٹھانا شروع کیا اور ان کے دشمن گھر میں کود کر آ گئے۔ جب حضرت داؤدؑ کو چوکس پایا تو ڈر گئے کہ ایک آواز پر باڈی گارڈ جمع ہو جائیں گے اور گھبراہٹ میں یہ قصہ گھڑ کر سنایا جس کی تعبیر درحقیقت یہ تھی کہ انہوں نے حضرت داؤدؑ پر الزام لگایا کہ تم طاقتور ہو کر اردگرد کے غریب قبائل کو کھاتے جاتے ہو۔ حالانکہ وہ تعداد میں تھوڑے ہیں اور تم زیادہ ہو حضرت داؤدؑ کا ملک چھوٹا تھا اور ان کے اردگرد کے قبائل عراق تک پھیلے ہوئے تھے جن کی تعداد حضرت داؤدؑ کے قبیلہ کی تعداد سے سینکڑوں گنے زیادہ تھی۔''

(تفسیر صغیر ص598 حاشیہ نمبر 2)

قصہ ملکہ بلقیس اور حضرت سلیمانؑ کا حسن تبلیغ

حضرت سلیمانؑ کے بارہ میں مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ ملکہ سبا بلقیس سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ جنّوں نے اس سے روکنے کے لئے ان کو بتایا کہ اس کے پاؤں پر گدھے کی طرح بال ہیں۔ اس حقیقت کو جاننے کے لئے حضرت سلیمانؑ نے پانی پر ایک شیش محل بنوایا تا کہ ملکہ کی پنڈلیاں دیکھ سکیں۔ پھر آپ نے بال صفا پاؤڈر تیار کیا جس سے اس کے بال دور ہوئے۔ (تفسیر طبری جز 29 صفحہ 168 تا 170)

حضرت مصلح موعودؓ اس آیت کی لطیف تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''ان باتوں کا نہ تو دین سے تعلق ہے نہ عرفان سے نہ خدا تعالیٰ کے انبیاء ایسے لغو کام کیا کرتے ہیں۔ اصل بات صرف اتنی ہے کہ ملکہ سبا ایک مشرکہ عورت تھی اور سورج پرست تھی۔ حضرت سلیمانؑ چاہتے تھے کہ وہ شرک چھوڑ دے اس کے لئے آپ نے اسے زبانی بھی نصیحت فرمائی مگر پھر آپ نے چاہا کہ عملاً بھی اس کے عقیدہ کی غلطی اس پر ظاہر کریں......... آپ نے ایک ایسا محل تجویز فرمایا۔ جس میں شیشے کا فرش تھا اور اس کے نیچے پانی بہتا تھا۔ جب ملکہ اس کے فرش پر سے گزرنے لگی تو اسے شبہ ہوا کہ یہ پانی ہے اور اس نے جھٹ اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا لیا یا اسے دیکھ کر گھبرا گئی۔ حضرت سلیمانؑ نے اسے تسلی دی کہ......... جسے تم پانی سمجھتی ہو یہ تو دراصل شیشہ کا فرش ہے اور پانی اس کے نیچے ہے......... اس نے فوراً سمجھ لیا کہ انہوں نے ایک عملی مثال دے کر مجھ پر شرک کی حقیقت کھول دی ہے کہ جس طرح پانی کی جھلک تجھے شیشہ میں نظر آئی ہے اور تو نے اسے پانی سمجھ لیا ہے۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ کا نور اجرام فلکی میں سے جھلک رہا ہے۔ چنانچہ اس دلیل سے وہ بڑی متاثر ہوئیں اور بے اختیار کہہ اٹھیں کہ......... اب میں سلیمان کے ساتھ یعنی اس کے دین کے مطابق اس خدا پر ایمان لاتی ہوں۔ جو سب جہانوں کا رب ہے اور سورج اور چاند وغیرہ بھی اسی سے فیض حاصل کر رہے ہیں۔

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 397)

نماز قضاء ہونے پر حضرت سلیمانؑ کا گھوڑوں کو ہلاک کرنا

حضرت سلیمانؑ کے بارہ میں سورۃ صٓ کی آیات 32 تا 34 کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی عصر کی نماز گھوڑوں کے معائنہ کی وجہ سے قضا ہوگئی جس پر انہوں نے گھوڑے ذبح کروا دیئے اور پھر سورج کو حکم دیا تو وہ واپس عصر کے مقام پر آیا اور انہوں نے نماز عصر ادا کی۔ (تفسیر حسینی جلد دوم صفحہ 333)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ان آیات کی نہایت عمدہ تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

''قرآن کریم میں اِنِّیْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ ہے۔ مفسرین نے کہا ہے کہ گھوڑے دیکھتے ہوئے نماز کا وقت جاتا رہا لیکن اصل مطلب یہ ہے کہ گھوڑوں کو میں نے خدا کی یاد میں خریدا ہے۔ یعنی جہاد کے لیے اور یہی بات نبی کی شایان شان ہے۔ نہ وہ جو کہ مفسرین کہتے ہیں۔ چنانچہ عَنْ کے معنی لغت میں 'سبب سے' کے بھی ہیں۔ (اقرب) قرآن کریم میں مَسَحَ کا لفظ ہے۔ جس کے معنے تھپکنے اور کاٹ ڈالنے دونوں کے ہوتے ہیں۔ مفسرین چونکہ ایک غلطی کر چکے تھے اُنھوں نے کاٹ ڈالنے کے معنے کو تھپکنے کے معنے پر ترجیح دی اور آیت کے یہ معنے کر دیئے کہ گھوڑے واپس بلا کر اس غصہ میں کہ ان کے دیکھنے میں نماز جاتی رہی، ان کو کاٹ ڈالا۔ حالانکہ یہ فعل ایک مجنون کا تو ہوسکتا ہے خدا کے نبی کا نہیں ہوسکتا۔ حقیقتاً اس جگہ یہی ذکر ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے گھوڑے واپس بلائے اور چونکہ اُن کو جہاد کے لئے پالا تھا ان کے پُٹھوں پر ہاتھ مار کر تھپکنے لگے اور پیار کرنے لگے کہ میں نے ایسے اعلیٰ درجہ کے گھوڑے جہاد کے لئے تیار کئے ہیں۔

(تفسیر صغیر صفحہ 600 حاشیہ نمبر 1-2)

حضرت ابراہیمؑ کا پرندے زندہ کرنا

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے مردے زندہ کرنے کا مشرکانہ عقیدہ بھی عوام میں رائج ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت 361 میں حضرت ابراہیمؑ کو چار پرندے پکڑنے کا حکم ہے۔ مفسرین کے مطابق فَصُرْھُنَّ سے مراد تھی کہ حضرت ابراہیمؑ ان کو ذبح کر کے ان کا قیمہ باہم ملا دیں اور چار پہاڑوں پر رکھ دیں پھر انہیں آواز دیں تو وہ دوڑے آئیں گے اور یہ بادشاہ نمرود کے مقابل پر مردے زندہ کرنے کا ایک نشان تھا۔

(تفسیر طبری جز 3 صفحہ 57)

حضرت مصلح موعودؓ سورہ بقرہ کی آیت 361 کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

''مطلب یہ ہے کہ پہاڑ کی چار چوٹیوں پر چار پرندے بٹھا دو۔ جز کے معنے ایک پرندے کے ٹکڑے کے نہیں بلکہ چاروں پرندوں کا جز مراد ہے جو ایک کا عدد ہے۔ قرآن کریم میں ایک اور مقام پر اسی محاورہ میں جز کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ فرماتا ہے۔ وَاِنَّ جَھَنَّمَ لَمَوْعِدُھُمْ اَجْمَعِیْنَ لَھَا سَبْعَۃُ اَبْوَابٍ لِکُلِّ بَابٍ مِّنْھُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ (الحجر: 44، 45) یعنی جہنم سب کفار کے لئے مقررہ جگہ ہے۔ اس کے دروازے ہیں اور ہر دروازہ کے لئے کفار کا ایک حصہ مقرر ہو گا۔ اس جگہ بھی جز کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ لیکن کوئی یہ معنی نہیں کرتا کہ کفار کا قیمہ کر کے ان کے قیمہ کا تھوڑا تھوڑا حصہ سب دروازوں میں سے ڈال دیا جائے گا۔ بلکہ سب مفسر متفق ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کچھ کافر ایک دروازے سے جائیں گے۔ کچھ دوسرے سے کچھ تیسرے سے۔ اس طرح سب دروازوں سے اپنی اپنی سزا کے مطابق داخل ہوں گے۔ انہی معنوں میں جز اس آیت میں استعمال ہوا ہے۔ اور مراد ہر پرندے کا جزء نہیں بلکہ چار کا جز ہے اور وہ ایک ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر چوٹی پر ایک ایک پرندہ رکھ دو''۔

(تفسیر صغیر صفحہ 70-71)

پھر حضور نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ عقلاً بھی اس آیت کے ظاہری معنے کرنے میں بہت سے اعتراض پیدا ہوتے ہیں۔ اوّل مردے زندہ کرنے کے نشان سے پرندوں کو سدھانے کا کیا تعلق؟ دوسرے چار پرندے کیوں جبکہ ایک سے ہی غرض پوری ہوسکتی ہو۔ تیسرے پہاڑوں پر رکھنے کا کیا؟ جبکہ کیا کسی اور جگہ رکھنے سے کام نہ چلتا تھا؟ پھر خود حضور اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''حقیقت یہ ہے کہ یہ ظاہری کلام نہیں بلکہ مجازی کلام ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ الٰہی احیاء موتیٰ کا جو کام تو نے میرے سپرد کیا ہے۔ اسے پورا کر کے دکھا......... اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو چار پرندے لے کر سدھا یعنی اپنی اولاد میں سے چار کی تربیت کر۔ وہ تیری آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس احیاء کی تکمیل کریں گے۔ یہ چار روحانی پرندے حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ ہیں۔ ان میں سے دو کی حضرت ابراہیمؑ نے خود براہ راست تربیت کی اور دو کی بالواسطہ۔ پہاڑ پر رکھنے کے معنے بھی یہی تھے۔ کہ ان کی نہایت اعلیٰ تربیت کر......... پہاڑ پر رکھنے میں ان کے رفیع الدرجات ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ چار پرندوں کو علیحدہ علیحدہ چار پہاڑوں پر رکھنے کے یہ معنے تھے کہ یہ احیاء چار علیحدہ علیحدہ وقتوں میں ہوگا''۔

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 603)

حضرت مسیحؑ کا پرندے اور مردے زندہ کرنا

حضرت عیسیٰؑ کے بارہ میں مفسرین نے مٹی سے پرندہ پیدا کرنے اور مردے زندہ کرنے کا مفہوم مائدہ آیت 111 سے نکالنے کی کوشش کی۔

(صفوۃ التفاسیر جلد اوّل ص 373 قرطبی و طبری جز 3 صفحہ 275)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

''مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیحؑ مردے زندہ کرتے تھے حالانکہ قرآن کریم میں صاف لکھا ہے کہ مُردے سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی زندہ نہیں کرتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ رَبُّکُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِکُمُ الْاَوَّلِیْنَ (الدخان: 9) کہ خدا تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں وہی زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے اور وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے باپ دادوں کا بھی رب تھا۔ اسی طرح فرماتا ہے۔ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِیُّ وَ هُوَ

يُحْيِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (الشوریٰ:10) یعنی کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو پناہ دینے والا تجویز کر لیا ہے۔ پس یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہی پناہ دینے والا ہے اور وہی مردے زندہ کرتا ہے اور وہ اپنے ہر ارادہ کو پورا کرنے پر قادر ہے۔ پس قرآن کریم کے رُوسے خدا تعالیٰ ہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ ہاں مردے زندہ کرنے کا لفظ رسول کریم ﷺ کے لئے بھی آتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (الانفال:25) یعنی اے مومنو! جب خدا اور اس کا رسول تم کو زندہ کرنے کے لئے بلائیں تو ان کی بات مان لیا کرو۔ یہاں مفسرین یہ معنے کر دیتے ہیں کہ روحانی تربیت کے لئے بلائیں تو خدا اور رسول کی بات کا جواب دیا کرو لیکن جب مسیحؑ کی نسبت یہی احیاء کا لفظ آتا ہے تو اس کے معنے یہ کرتے ہیں کہ وہ سچ مچ کے مردے زندہ کیا کرتے تھے اور اس طرح اس کو خدا قرار دیتے ہیں اور عیسائیوں کی مدد کرتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

(تفسیر صغیر صفحہ 161 حاشیہ نمبر 2)

نبی کریمؐ کی بلند شان اور مقام

خود نبی کریمؐ کے بارہ میں بھی مفسرین نے بعض افسانے ضعیف روایات سے متاثر ہوکر منسوب کر دیئے ہیں۔

(1) چنانچہ سورۃ تحریم کی ابتدائی آیت کہ اے نبی! تو اسے کیوں حرام کرتا ہے جسے خدا نے تیرے لئے حلال کیا۔ کے بارہ میں مفسرین نے لکھا ہے کہ نبی کریمؐ کی باری حضرت حفصہ کے ہاں تھی۔ وہ والد سے ملنے گئیں تو حضرت ماریہ قبطیہ کو نبی کریمؐ کے ساتھ اپنے کمرے میں دیکھا اور ان کے چہرے پر غصہ کے آثار دیکھ کر کہا کہ عائشہؓ سے اس بات کا ذکر نہ کریں مگر انہوں نے بتادیا اور حضرت عائشہؓ کے اصرار پر آپ نے قسم کھائی کہ کبھی حضرت ماریہ کے قریب نہ جائیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ اتاری۔

(تفسیر فتح البیان جز 9 صفحہ 432)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ اس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''رسول کریم ﷺ کو ایک دفعہ ایک بیوی نے جس کے گھر باری تھی شہد کا شربت پلایا جو آپ کو پسند تھا۔ اس وجہ سے آپ ﷺ دیر تک اس کے ہاں ٹھہرے۔ دوسری بیویوں کو یہ برا لگا۔ ایک بیوی نے جسے شہد شاید پسند نہ تھا۔ آپ ﷺ سے کہا یا رسول اللہ آپ کے منہ سے بُو آتی ہے۔ آپ ﷺ بہت نازک طبع تھے آپ ﷺ نے دل میں عہد کیا کہ آئندہ شہد نہیں پئیں گے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور کہا گیا کہ شہد کو خُدا تعالیٰ نے اچھا قرار دیا ہے کسی بیوی کی خاطر اس کا ترک بُری بات ہے۔ بعض مفسرین نے اس آیت کی بہت گندی تفسیر کی ہے۔ یعنی یہ کہ آپ نے حضرت ماریہ سے جو آپ کی لونڈی تھی صحبت کی اور پھر یہ بات ایک بیوی سے عہد لے کر بتادی۔ اس نے دوسری بیویوں کو بتادیا اور یہ بات پھیل گئی۔ یہ سب قصہ غلط ہے اور رسول کریم ﷺ کو بدنام کرنے کے لئے گھڑا گیا ہے۔ صحیح واقعہ وہی ہے جو ہم نے لکھا ہے۔ آپ نے ایک بیوی کے ہاں شہد پیا اور دوسری بیوی کو دیر کی وجہ بتائی۔ اس پر اس نے اور اس کی کسی سہیلی نے سمجھا کہ شہد تو بعض دفعہ بدبودار بوٹیوں کا بھی ہوتا ہے۔ آپ سے کہنا چاہئے کہ شہد سے بعض دفعہ بو آتی ہے اس سے آپ اس بیوی کے ہاں زیادہ جانا چھوڑ دیں گے۔ اس واقعہ کا اس جگہ ذکر ہے۔''

(تفسیر صغیر صفحہ 755)

(2) سورہ التحریم کی آیت 5 کے بارہ میں بھی مترجمین و مفسرین نے غلطی کھائی اور نبی کریمؐ کی ازواج مطہرات کی طرف بعض اعتراض منسوب کئے اس کی تردید کرتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے تحریر فرمایا۔

''مفسرین نے پھر یہاں غلطی کی ہے اور معنی یہ کئے ہیں کہ تمہارے دل ٹیڑھے ہو گئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمہارے دل تو پہلے ہی توبہ کی طرف مائل ہیں۔ لغت میں لکھا ہے صَغٰی اِلَیْهِ کے معنی ہیں مَالَ (مفردات راغب) پس فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا کے معنی یہی ہو سکتے ہیں کہ تمہارے دل تو پہلے ہی توبہ کی طرف مائل ہیں۔ نامعلوم مفسرین کو یہ کیوں شوق ہوا کہ ازواج مطہرات کو جن کے متعلق خدا تعالیٰ فرما چکا ہے کہ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔ (الاحزاب:34) گندہ قرار دادیں۔ شاید کسی شیعہ نے تفسیروں میں یہ بات لکھ دی ہے کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ اہل بیت صرف حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ اور آپ کے بچے ہیں۔ بیویاں اہل بیت نہیں۔ حالانکہ قرآن کریم نے حضرت ابراہیمؑ کی بیوی کو اہل بیت قرار دیا ہے۔''

(تفسیر صغیر صفحہ 756)

(3) سورہ احزاب کی آیت 38 میں حضرت زیدؓ کے حضرت زینبؓ کو طلاق دینے پر رسول اللہؐ کے ان سے نکاح کا ذکر ہے۔ اس بارہ میں مفسرین کہتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے حضرت زینبؓ کو اس حال میں دیکھا کہ ان کی محبت آپ کے دل میں گھر کر گئی۔ نبی کریمؐ خواہش رکھتے تھے کہ زیدؓ سے علیحدگی کی صورت میں آپؐ زینب سے نکاح کر لیں۔ مگر زیدؓ کو یہی کہتے رہے کہ بیوی کو طلاق مت دو۔ اور لوگوں سے ڈرتے تھے حالانکہ اللہ سے ڈرنا زیادہ مناسب تھا۔

(تفسیر طبری جز 22 صفحہ 12)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

''بعض مفسرین کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نعوذ باللہ دل میں حضرت زینبؓ کو نکاح میں لانے کا ارادہ رکھتے تھے مگر اس کو چھپاتے تھے تا کہ لوگ ٹھوکر نہ کھائیں مگر اصل میں اس کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت زیدؓ حضرت زینبؓ کو طلاق دینا چاہتے ہیں اور آپ ﷺ اس معاملہ کو پوشیدہ رکھ کر حضرت زیدؓ کو نصیحت کرتے تھے تا کہ لوگوں کو ٹھوکر نہ لگے کہ ایک شریف خاندان کی لڑکی ایک آزاد غلام سے بیاہ کر رسول کریم ﷺ نے اچھا نہیں کیا بلکہ فتنہ کا دروازہ کھول دیا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ زینب کا نکاح آنحضرت ﷺ سے خدا تعالیٰ نے عرش پر پڑھ دیا تھا اس لئے دنیا میں ان کا نکاح نہیں پڑھا گیا مگر یہ درست نہیں۔ تاریخ میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت زینبؓ کا نکاح آپ سے پڑھا گیا۔ (سیرت الحلبیہ جلد سوم صفحہ 340)۔''

(تفسیر صغیر صفحہ 550)

(4) سورہ فتح کی آیت 3 میں مفسرین نے لفظ ''ذنب'' یعنی گناہ کو سیّد المعصومین حضرت رسول کریم ﷺ سے نسبت دی ہے۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے۔

''بعض مفسرین نے غلطی سے حضرت زینبؓ کو دیکھ کر نکاح کی خواہش کو نبی کریمؐ کا گناہ صغیرہ قرار دیا اور سورہ فتح وغیرہ جہاں آپ کی مغفرت کا ذکر ہے۔ یہ سمجھا کہ ان کی معافی ہوگئی۔ یہ سورہ صلح حدیبیہ کے متعلق ہے اور اس میں کہا گیا ہے کہ فتح سے پہلے ایک اور فتح آنے والی ہے یعنی حدیبیہ کی صلح جس میں عرب کے بہت سے قبیلے رسول کریم ﷺ سے معاہدہ کریں گے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کو چاہیے اس وقت عفو سے کام لیں اور جو خطائیں عرب پہلے کر چکے ہیں ان کے لئے بھی مغفرت چاہیں اور ان کے لئے بھی جو صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے زمانہ کے درمیان ہونے والی ہیں ورنہ یہ مراد نہیں کہ رسول کریم ﷺ نے کوئی گناہ کیا تھا۔ چنانچہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جہاں بھی ذنب کا ذکر آتا ہے فتح کے موقع پر آتا ہے۔ پس ذنب سے مراد آپ کا کیا ہوا گناہ نہیں بلکہ آپ کے متعلق کیا ہوا عرب قبائل یا کفار کا گناہ ہے۔''

(تفسیر صغیر صفحہ 677)

(5) سورۃ الضحیٰ کی آیت نمبر 8 میں نبی کریم ﷺ کی نسبت لفظ ''ضال'' استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنے گم شدہ راہ کے ہوتے ہیں۔ بعض مفسرین نے انہی معنوں کو ہادی برحق سے نسبت دے دی۔ اس آیت کا صحیح ترجمہ اور تفسیر آنحضرت ﷺ کی شانِ اقدس کا لحاظ رکھتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعود نے ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

ترجمہ:۔''اور جب اس نے تجھے (اپنی قوم کی محبت میں) سرشار دیکھا تو (اُن کی اصلاح کا) صحیح راستہ تجھے بتادیا'' نیز فرمایا۔

''یہاں ''ضال'' کا لفظ ہے۔ مفسروں نے لکھا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ تو گمراہ تھا ہم نے تجھے ہدایت دی۔ مگر لغت میں ضال کے معنی محبت میں سرشار ہونے کے بھی ہیں (دیکھو مفردات راغب) اور یہی معنی رسول کریم ﷺ کی شان کے مطابق ہیں۔ یعنی اے رسول! تو اپنی قوم کی ہدایت کی خواہش میں سرشار تھا۔ سو ہم نے تجھے وہ راستہ بتادیا جس سے تو قوم کی اصلاح کر سکے۔''

(تفسیر صغیر صفحہ 831)

سورۃ فاتحہ سے قبولیت دعا کے سات اصول کے انکشاف کا نشان

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے سیدنا حضرت مصلح موعود کو سورۃ فاتحہ کی تفسیر ایک رویا کے ذریعہ سکھائے جانے کے بعد ہمیشہ اس سورۃ کے نئے مضامین کا انکشاف آپ پر کیا جاتا رہا۔ سورۃ فاتحہ سے قبولیت دعا کے اصولوں کا استنباط آپ کے علم قرآن سکھائے جانے کی ایک عمدہ مثال ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

''سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھتے وقت میرے دل میں خیال گزرا کہ اس موقعہ پر بھی اللہ تعالیٰ کوئی نئے مطالب اس سورۃ کے کھولے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان سات اصول کا انکشاف ہوا جو دعا کے متعلق اس سورۃ میں بیان ہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ

ان سات اصول کا حضور کے الفاظ میں مختصراً ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ آپ نے تحریر فرمایا۔

''اوّل بِسْمِ اللّٰهِ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس مقصد کے لئے دعا کی جائے وہ نیک ہو یہ نہیں کہ چوری کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو وہ بھی قبول کر لی جائے گی۔ خدا کا نام لے کر اور اس کی استعانت طلب کر کے جو دعا کی جائے گی لازماً ایسے ہی کام کے متعلق ہوگی جس میں اللہ کی ذات بندہ کے ساتھ شریک ہوسکتی ہو۔ بہت لوگوں کو دیکھا ہے۔ لوگوں کی تباہی اور بربادی کی دعائیں کرتے........ اسی طرح ناجائز مطالب کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور پھر شکایت کرتے ہیں کہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ بعض لوگوں نے جھوٹا جامہ زہد و اتقا کا پہن رکھا ہے اور ناجائز امور کے لئے تعویذ دیتے اور دعائیں کرتے ہیں حالانکہ یہ سب دعائیں اور تعویذ عاملوں کے مُنہ پر مارے جاتے ہیں۔

دوسرا اصل اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں بتایا ہے یعنی دعا ایسی ہو

کہ اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے دوسرے بندوں کا بلکہ سب دنیا کا فائدہ ہو یا کم سے کم ان کا نقصان نہ ہو اور اس کے قبول کرنے سے اللہ تعالیٰ کی حمد ثابت ہوتی ہو اور اس پر کسی قسم کا الزام نہ آتا ہو۔

تیسرے یہ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کو جنبش دی گئی ہو اور اس دعا کے قبول کرنے سے اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت ظاہر ہوتی ہو۔

چوتھے یہ کہ اس دعا کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت سے بھی ہو یعنی وہ نیکی کی ایک ایسی بنیاد ڈالتی ہو جس کا اثر دُنیا پر ایک لمبے عرصہ تک رہے اور جس کی وجہ سے نیک اور شریف لوگ متواتر فوائد حاصل کریں یا کم سے کم ان کے راستہ میں کوئی روک نہ پیدا ہوتی ہو۔

پانچویں یہ کہ دُعا میں اللہ تعالیٰ کی صفت مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ بھی رکھا گیا ہو یعنی دعا کرتے وقت ان ظاہری ذرائع کو نظر انداز نہ کر دیا گیا ہو جو صحیح نتائج پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تجویز کئے ہیں کیونکہ وہ سامان بھی اللہ تعالیٰ نے ہی بنائے ہیں اور اس کے بتائے ہوئے طریق کو چھوڑ کر اس سے مدد مانگنا ایک غیر معقول بات ہے گویا جہاں تک اسباب ظاہری کا تعلق ہے بشرطیکہ وہ موجود ہوں یا ان کا مہیّا کرنا دُعا کرنے والے کے لئے ممکن ہو ان کا استعمال بھی دُعا کے وقت ضروری ہے ہاں اگر وہ موجود نہ ہوں تو پھر مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ کی صفت اسباب سے بالا ہو کر ظاہر ہوتی ہے ایک اشارہ اس آیت میں یہ بھی کیا گیا ہے کہ دعا کرنے والا دوسروں سے بخشش کا معاملہ کرتا ہو اور اپنے حقوق کے طلب کرنے میں سختی سے کام نہ لیتا ہو۔

چھٹا اصل یہ بتایا ہے کہ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ سے کامل تعلق ہو اور اس سے کامل اخلاص حاصل ہو اور وہ شرک اور مشرکانہ خیالات سے کلی طور پر پاک ہو۔

اور ساتویں بات یہ بتائی ہے کہ وہ خدا کا ہی ہو چکا ہو اور اس کا کامل توکل اسے حاصل ہو اور غیر اللہ سے اس کی نظر بالکل ہٹ جائے اور وہ اس مقام پر پہنچ جائے کہ خواہ کچھ ہو جائے اور کوئی بھی تکلیف ہو۔ مانگوں گا تو خدا تعالیٰ ہی سے مانگوں گا۔ یہ سات امور وہ ہیں کہ جب انسان ان پر قائم ہو جائے تو وہ لِعَبۡدِیۡ مَا سَئَلَ کا مصداق ہو جاتا ہے اور حق بات یہ ہے کہ اس قسم کی دعا کا کامل نمونہ رسول کریم ﷺ یا آپؐ کے کامل اتباع نے ہی دکھایا ہے اور انہی کے ذریعہ سے دعاؤں کی قبولیت کے ایسے نشان دنیا دیکھے ہیں جن سے اندھوں کو آنکھیں اور بہروں کو کان اور گونگوں کو زبان عطا ہوئی ہے مگر اتباع رسول کا مقام بھی کسی کے لئے بند نہیں جو چاہے اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے کوشش کرسکتا ہے اور اس مقام کو حاصل کرسکتا ہے۔‘‘

(تفسیر سورۃ بقرہ صفحہ 5)

قرآن کے تمام مشکل مضامین کا حل ہونا

سیدنا حضرت مصلح موعود نے فرشتہ کے ذریعے تفسیر فاتحہ سیکھنے کے رؤیا کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

’’یہ رؤیا اصل میں اِس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بیج کے طور پر میرے دل اور دماغ میں قرآنی علوم کا ایک خزانہ رکھ دیا ہے۔ چنانچہ وہ دن گیا اور آج کا دن آیا، کبھی کسی ایک موقع پر بھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے سورہ فاتحہ پر غور کیا ہو یا اُس کے متعلق کوئی مضمون بیان کیا ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئے سے نئے علوم مجھے عطا نہ فرمائے گئے ہوں۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے قرآن کریم کے تمام مشکل مضامین مجھ پر حل کر دیئے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض ایسی آیات جن کے متعلق حضرت خلیفہ اوّلؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اُن کے متعلق پوری تسلی نہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان آیات کے معانی بھی مجھ پر کھول دیئے گئے ہیں اور اَب قرآن کریم میں کوئی بات ایسی موجود نہیں جس کے مضمون کو میں ایسے واضح طور پر نہ بیان کرسکوں کہ دشمن سے دشمن کیلئے بھی اُس پر اعتراض کرنا ناممکن ہو۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ کوئی شخص اپنی شکست تسلیم نہ کرے لیکن یہ ہو نہیں سکتا کہ میں قرآن کریم کے رُو سے دشمن پر حجت تمام نہ کر دوں اور اُس کے اعتراضات کا ایسا جواب نہ دوں جو عقلی طور پر مُسکِت اور لاجواب ہو۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ 5)

اس جگہ قرآن کریم کے مشکل مقامات کے حل کے چند نمونے بطور مثال پیش کئے جاتے ہیں۔

1۔حروف مقطعات کی شاندار تحقیق

حروف مقطعات کو مفسرین میں سے بعض نے بے معنی حروف قرار دیا جن کا علم صرف اللہ کو ہے۔ اور بعض نے سرسری تاویلات کیں۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے حروف مقطعات کو قرآنی سورتوں کے مضامین کی کلید قرار دیتے ہوئے جو منفرد، عمدہ اور شاندار تحقیق فرمائی اس کا ماحصل یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

’’اب میں حروف مقطعات کے بارہ میں وہ تحقیق لکھتا ہوں جس کی بنیاد حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ کے کئے ہوئے معنوں پر ہے اور وہ تحقیق یہ ہے۔ حروف مقطعات اپنے اندر بہت سے راز رکھتے ہیں ان میں سے بعض راز بعض ایسے افراد کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جن کا قرآن کریم سے ایسا گہرا تعلق ہے کہ ان کا ذکر قرآن کریم میں ہونا چاہئے لیکن اس کے علاوہ یہ الفاظ قرآن کریم کے بعض مضامین کے لئے قفل کا بھی کام دیتے ہیں کوئی پہلے ان کو کھولے تب ان مضامین تک پہنچ سکتا ہے جس جس حد تک ان کے معنوں کو سمجھتا جائے۔ اسی حد تک قرآن کریم کا مطلب کھلتا جائے گا۔

میری تحقیق یہ بتاتی ہے کہ جب حروف مقطعات بدلتے ہیں تو مضمون قرآن جدید ہو جاتا ہے اور جب کسی سورۃ کے پہلے حروف مقطعات استعمال کئے جاتے ہیں تو جس قدر سورتیں اس کے بعد ایسی آتی ہیں۔ جن کے پہلے مقطعات نہیں ہوتے ان میں ایک ہی مضمون ہوتا ہے اسی طرح جن سورتوں میں وہی حروف مقطعات دہرائے جاتے ہیں وہ ساری سورتیں مضمون کے لحاظ سے ایک ہی لڑی میں پروئی ہوئی ہوتی ہیں۔

اس قاعدہ کے مطابق میرے نزدیک سورہ بقرہ سے لے کر سورہ توبہ تک ایک ہی مضمون ہے اور یہ سب سورتیں الٓمّٓ سے تعلق رکھتی ہیں۔ سورہ بقرہ الٓمّٓ سے شروع ہوتی ہے پھر سورہ آل عمران بھی الٓمّٓ سے شروع ہوتی ہے۔ پھر سورۃ نساء ، سورۃ مائدہ اور سورۃ انعام حروف مقطعات سے خالی ہیں اور اس طرح گویا پہلی سورتوں کے تابع ہیں جن کی ابتداء الٓمّٓ سے ہوتی ہے ان کے بعد سورہ اعراف المص سے شروع ہوتی ہے اس میں بھی وہی الٓمّٓ موجود ہے ہاں حرف ص کی زیادتی ہوئی ہے اس کے بعد سورہ انفال اور براءۃ حروف مقطعات سے خالی ہیں۔ پس سورۃ براءۃ تک الٓمّٓ کا مضمون چلتا ہے سورۃ اعراف میں جو ص بڑھایا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حرف تصدیق کی طرف لے جاتا ہے۔ سورہ اعراف انفال اور توبہ میں رسول کریم ﷺ کی کامیابی اور اسلام کی ترقی کا ذکر کیا گیا ہے۔ سورہ اعراف میں اصولی طور پر اور انفال اور توبہ میں تفصیلی طور پر تصدیق کی بحث ہے اس لئے وہاں ص کو بڑھا دیا گیا ہے۔

سورہ یونس سے الٓمّٓ کی بجائے الٓرٰ شروع ہو گیا ہے ال تو وہی رہا اور ’م‘ کو بدل کر ’ر‘ کر دیا۔ پس یہاں مضمون بدل گیا۔ اور فرق یہ ہوا کہ بقرہ سے لے کر توبہ تک تو علمی نقطہ نگاہ سے بحث کی گئی تھی اور سورہ یونس سے لے کر سورہ کہف تک واقعات کی بحث کی گئی ہے اور واقعات کے نتائج پر بحث کو منحصر رکھا گیا ہے اس لئے فرمایا کہ الٓرٰ یعنی اَنَا اللّٰہُ اَرٰی میں اللہ ہوں جو سب کچھ دیکھتا ہوں اور تمام دُنیا کی تاریخوں پر نظر رکھتے ہوئے اس کلام کو تمہارے سامنے رکھتا ہوں۔ غرض ان سورتوں میں رویت کی صفت پر زیادہ بحث کی گئی ہے اور پہلی سورتوں میں علم کی صفت پر زیادہ بحث تھی۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ 65۔66)

2۔سورۃ بقرہ کی کلید کا عطا ہونا

سورۃ بقرہ قرآن کی سب سے بڑی سورۃ اور اسلام کے بنیادی احکام ومسائل کے خلاصہ پر مشتمل ہے۔ اس کی تفسیر بھی اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کو القا فرمائی۔ آپؓ فرماتے ہیں:

’’میں سورہ فاتحہ میں بیان کر چکا ہوں کہ اس کی تفسیر مجھے ایک فرشتہ نے رؤیا میں سکھائی تھی سورہ بقرہ کی تفسیر مجھے اس طرح تو حاصل نہیں ہوئی لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک القا کے طور پر مجھے اس کی تفسیر بھی سکھائی ہے۔ اور جو شخص بھی ذرا غور سے دیکھے گا اسے معلوم ہو گا کہ جو نکتہ اس بارہ میں مجھے بتایا گیا ہے وہ ساری سورہ کو ایک باترتیب مضمون کی صورت میں بدل دیتا ہے اور اس امر کے تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں رہتا کہ یہ تفہیم صرف اور صرف فضل الٰہی سے حاصل ہوئی ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ستائیس سال کا عرصہ گزرا کہ میں چند دوستوں کو قرآن کریم پڑھا رہا تھا۔ سورہ بقرہ کا درس تھا جب میں اس آیت پر پہنچا کہ رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَ الۡحِكۡمَةَ وَ يُزَكِّيۡهِمۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ۔ (بقرہ ع 15) تو یکدم میرے دل پر القاء ہوا کہ یہ آیت اس سورۃ کے مضامین کی کُنجی ہے اور اس سورۃ کے مضامین اس آیت کے مطابق اور اسی ترتیب سے بیان ہوئے ہیں میں نے جب اس علم سے فائدہ اُٹھا کر سورہ بقرہ کا مطالعہ کیا تو میری حیرت اور عقیدت کی کوئی حد نہ رہی کیونکہ سورہ بقرہ کو میں نے نہ صرف اس آیت کے مضامین کے مطابق پایا بلکہ اس کے مضامین باوجود مختلف قسم کے ہونے کے میرے ذہن میں ایسے مستحضر ہو گئے کہ مجھے یُوں معلوم ہوا کہ گویا اس کے مضامین موتیوں کی لڑی کی طرح پروئے ہوئے ہیں۔

اس آیت کو دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اس میں حضرت ابراہیمؑ کی ایک دُعا کا ذکر ہے جو انہوں نے مکّہ میں ایک نبی کے مبعوث ہونے کے لئے کی ہے اور اس دُعا کا مضمون یہ ہے کہ اس شہر اور اس قوم میں ایک ایسا نبی مبعوث ہو (1) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایمان اور یقین کو درست اور مضبوط کرنے والے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے والے دلائل لوگوں کے سامنے بیان کرے جو دُنیا کو خدا تعالیٰ تک پہچانے کے لئے راستہ کے نشان اور شمع ہدایت ثابت ہوں (2) وہ لوگوں کے سامنے ایک مکمل کتاب پیش کرے (3) جو شریعت وہ دُنیا کے سامنے پیش کرے اس کے اندر احکام اور مذہب کی اور ان تمام دینی امور کی جن پر مذہب کی ترقی کا مدار ہے حکمت بھی بیان کی گئی ہو (4) وہ ایسے ذرائع اختیار کرے اور ایسے طریق بتائے جن سے قوم کی ترقی اور پاکیزگی کے سامان پیدا ہوں۔

ان مضامین کو سامنے رکھ کر جب میں نے سورہ بقرہ کو دیکھا تو اس

کے مضامین کو لفظاً لفظاً ان مضامین کے مطابق پایا بلکہ میں نے دیکھا کہ وہ مضامین بیان بھی اسی ترتیب سے ہوئے ہیں جس ترتیب سے ان کا اس آیت میں ذکر ہے اور ہر حصہ میں اس آیت کے الفاظ کی طرف اشارہ بھی کر دیا گیا ہے یعنی آیات کے مضمون میں آیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے پھر کتاب اور حکمت کا مضمون بیان کیا ہے اور کتاب اور حکمت کے الفاظ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر تزکیہ کا مضمون بیان کیا ہے تو اس مضمون کی طرف اشارہ کیا گیا ہے چنانچہ مضامین کے لحاظ سے یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ کا مضمون 20 رکوع تک بیان ہوا ہے اور کتاب اور حکمت کا مضمون 31 رکوع تک بیان ہوا ہے۔ اور پھر تزکیہ کا مضمون 31 ویں رکوع سے شروع ہو کر آخر سورۃ پر یعنی 40 ویں رکوع پر ختم ہوا ہے جو شخص اس امر کو مدنظر رکھ کر سورہ بقرہ کو پڑھے گا اس کے مطالب کی وسعت اور جامعیت اور ترتیب کی خوبی اور تاثیر کا حیرت انگیز مطالعہ کرے گا۔''

(تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ 55-56)

3۔ ھاروت ماروت کے مشکل مسئلہ کا خوبصورت حل

سورہ بقرہ کی آیت 103 میں ہاروت ماروت کا ذکر آیا ہے۔ کتب تفسیر میں ان کا قصہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ دو فرشتے تھے۔ جنہوں نے انسانوں پر اعتراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے دو بہترین نمائندے بطور امتحان زمین پر بھجوائے اور فرمایا کہ تم بھی زمین پر جاکر انسانی قویٰ پاکر یہی کچھ کرو گے۔ یہ فرشتے لوگوں کے فیصلے بھی کیا کرتے تھے۔ ایران کی ملکہ زہرہ اپنے خاوند کا جھگڑا لے کر آئی تو اس پر عاشق ہوئے۔ اور اس سے اپنی خواہش پوری کرنی چاہی۔ وہ خاوند کے قتل اور شراب پینے کی شرط پر راضی ہوئی۔ بدکاری کے بعد وہ عورت تو زہرہ ستارہ بن گئی اور ہاروت و ماروت بابل میں آگ کے گہرے کنوئیں میں آج تک الٹے لٹکے سزا بھگت رہے ہیں۔

(تفسیر مظہری جلد اوّل صفحہ 108)

اس آیت کے بارہ میں مفسرین کو بہت دقتیں پیش آئیں اور مذکورہ بالا تفسیر کے ساتھ وہ آیت کے یہ معنے کرنے پر مجبور ہوئے کہ دنیا میں دو دفعہ سحر سیکھا گیا۔ ایک حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں دوسرے بابل میں ہاروت و ماروت فرشتوں کے نزول کے وقت۔ اس معنی اور تفسیر سے فرشتوں خود اللہ تعالیٰ کی ذات اور انبیا پر جو اعتراض پیدا ہوتے ہیں وہ ظاہر ہیں۔ اس آیت کے بارہ میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت جو ہمیشہ لوگوں کے لئے اضطراب کا موجب رہی ہے مجھ پر ابتدائی زمانہ میں کھول دی تھی۔

اس آیت کی مکمل تفسیر کا لطف تو تفسیر کبیر کے مطالعہ سے ہی اہل ذوق اٹھا سکتے ہیں کیونکہ اس جگہ اختصار پیش نظر ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فرشتوں اور حضرت سلیمانؑ کے جادو سکھانے کی تفسیر کو اس لئے رد فرمایا ہے کہ اس سے انبیا اور ملائکہ دونوں پر اعتراض پڑتا ہے۔ خصوصاً جبکہ یہ بات تاریخ کے بھی خلاف ہے۔ نیز اگر مفسرین کے قصے درست ہوں تو اس آیت کا جوڑ پچھلی آیات سے کوئی نہیں بنتا اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے حکیمانہ کلام پر بھی اعتراض آتا ہے۔ اور آیت کا کوئی مقصد واضح نہیں ہوتا۔ حضور فرماتے ہیں:۔

''لیکن میرے اس مضمون سے جو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کھولا ہے۔ اس کا جوڑ پچھلی آیات سے قائم رہتا ہے........ ملائکہ پر بھی کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ اور یہ آیت رسول اللہ کی صداقت کا ایک بڑا ثبوت بن جاتی ہے۔'' حضور کی بیان فرمودہ تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں رسول کریمؐ کے زمانہ کے یہود کی بعض خفیہ سازشوں کا ذکر ہے جو وہ فری میسن سوسائیٹیاں بنا کر کیا کرتے تھے۔ جیسے نبی کریمؐ کے زمانہ میں یہودیوں نے آپ کے خلاف کسریٰ شاہ ایران کو بھڑکا کر آپ کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کروائے تھے۔

یہود کا یہ وہی پرانا طریق تھا جو حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں ان کی حکومت کے حاجب یربعام کو ساتھ ملا کر یہود نے حکومت سلیمان کے خلاف بغاوت کروائی تھی۔ یربعام حکومت سنبھالتے ہی بتوں کے مندر بنوا کر شرک میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اور بنی اسرائیل اپنی اس سازش کے نتیجہ میں ذلیل، کمزور اور متفرق ہو کر بابل سے جلاوطن کئے گئے۔ یربعام کو بھاگ کر مصر جانا پڑا۔ مگر انہی یہودیوں نے جب خدا کے دو نبیوں حجیؑ اور زکریا (جن کے صفاتی نام ھاروت ماروت ہیں) کے ماتحت اللہ کے حکم کے مطابق آزادی کے حصول کے لئے مخفی طور پر کام کیا اور اندرونی طور پر مدد کرنے کا بادشاہ خورس سے مخفی سمجھوتہ کیا تو بابل فتح ہو گیا۔ یہود کے دشمن تباہ ہوئے اور وہ جلا وطنی سے اپنے وطن واپس آ گئے۔

دراصل اس آیت میں دو بظاہر مشابہ مثالیں بیان کیں جن کے نتائج مختلف تھے اور بتایا گیا کہ نبی کریمؐ کے عہد کے یہودی آپ کی مخالفت میں حضرت سلیمانؑ کے دشمن یہود کی طرح کی مخفی تدبیریں کر رہے ہیں۔ اس لئے ان کا انجام بھی وہی ہو گا جو ان یہود کا ہوا تھا۔ یعنی جلاوطن ہوں گے۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ مدینہ کے یہود کا یہی انجام ہوا۔

(بحوالہ از تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 67 تا 86)

4۔ استعارہ کی حقیقت

یہود کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کے بعد سورہ بقرہ کی آیت 66 میں ان کی اس سزا کا ذکر ہے کہ ''ہم نے انہیں کہا ذلیل بندر ہو جاؤ۔'' مفسرین نے اس سے مراد ظاہری مسخ لیا ہے کہ وہ لوگ واقعی بندر شکل ہو گئے اور مختلف روایات کے مطابق ساٹھ دن تک زندہ رہے پھر مر گئے۔ (روح المعانی جزاوّل صفحہ 283)

مولوی مودودی صاحب لکھتے ہیں۔ ''بعض اس سے مراد لیتے ہیں کہ ان میں بندروں کی سی صفات پیدا ہو گئی تھیں۔ لیکن قرآن کے الفاظ اور انداز بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسخ اخلاقی نہیں بلکہ جسمانی تھا۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 84)

سیدنا حضرت مصلح موعود اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

''اس آیت کے معنے کرنے میں بعض مفسرین نے دھوکا کھایا ہے اور........ یہ سمجھا ہے کہ اس آیت میں........ نافرمانی کرنی والی قوم کے بندر بن جانے کی خبر دی گئی ہے حالانکہ یہ بات درست نہیں کیونکہ قرآنی کریم میں یہ واقعہ اس جگہ کے علاوہ دو اور جگہ (المائدہ:61، الاعراف:165 میں بھی) بیان کیا گیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ درحقیقت بندر نہ بنے تھے بلکہ بندر کا لفظ تشبیہ اور مثال کے لئے آیا ہے۔ پھر آپ نے بندر سے تشبیہ کی وضاحت یہ فرمائی کہ ان کے اخلاق بندروں جیسے ہو گئے۔ یعنی بندروں کی طرح ذلیل دوسروں کے ہاتھ پر ناچنے والے، نقالی کرنے والے اور بدکاری کرنے والے ہو گئے۔

(بحوالہ تفسیر کبیر جلد اول صفحہ 49)

5۔ محکمات و متشابہات

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ مشکل سے مشکل مضمون نہایت آسان پیرائے میں بیان فرمایا کرتے تھے۔ فضائل القرآن کے موضوع پر آپ نے 1928ء سے 1938ء کے جلسہ سالانہ پر معرکہ آراء تقاریر فرمائیں۔ ان میں آپ نے دیگر علوم ومعارف کے دریا بہانے کے علاوہ محکمات و متشابہات اور استعارہ کے مشکل مسئلہ کو خوب حل کر دکھایا۔ آپ نے سورہ آل عمران کی آیت 8 پر بنا کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ قرآن کی کچھ آیات کو محکمات کہا ہے جن کے مضامین محکم ہیں ان میں استعارہ استعمال نہیں ہوا۔ مگر کچھ آیتیں متشابہات کہلاتی ہیں جن میں استعارے استعمال ہوئے ہیں۔ یعنی الفاظ میں تشابہ ہے۔ وہ لوگ جو کج بحثی چاہتے ہیں وہ استعاروں والی آیات کو لے کر بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں یہی حقیقت ہے اگر یہود کے متعلق کہا گیا کہ خدا نے انہیں بندر بنا دیا تو کہتے ہیں کہ واقعہ میں انسانی شکل مسخ کر کے انہیں بندر بنا دیا گیا تھا۔ جو سمجھنے والے ہیں وہ کہتے ہیں کہ وہ آیت بھی خدا کی طرف سے ہے۔ جو استعارے والی ہے اور وہ بات بھی اس کی طرف سے ہے جو اسے حل کرنے والی ہے اور ناممکن ہے کہ ان دونوں میں اختلاف ہو........ جب تم استعارہ کو حقیقت قرار دو گے تو قرآن کریم کی بعض آیات جھوٹی ہو جاتی ہیں........

ایک موٹی مثال احیاء موتیٰ کی ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ مردے زندہ کیا کرتے تھے۔ دوسری طرف قرآن میں بھی لکھا ہے کہ مردے کی روح اس جہان میں واپس نہیں آتی۔ اب اگر ہم مردوں کو زندہ کرنے سے حقیقی مردوں کا احیاء مراد لیں تو ان میں سے ایک آیت کو نعوذباللہ جھوٹا ماننا پڑے گا۔ لیکن اگر مردوں سے روحانی مردے مراد لیں تو دونوں آیتیں سچی ہو جاتی ہیں۔ رسول کریمؐ نے فرمایا۔ کہ تم سے پہلی قومیں اسی اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئی ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ کی کتاب اس لئے اتری ہے کہ اس کی ہر آیت دوسری آیت کی تصدیق کرے۔ پس جو آیت دوسری آیت کی تصدیق نہ کرے اس کے معنے بدلنے چاہئیں۔ اور دونوں آیات کے مضمون میں مطابقت پیدا کرنی چاہئے۔ یہ اصول سامنے رکھتے ہوئے آپ نے پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح، جنّات، وادی نمل، خلق طیر کی لطیف تفسیر بیان کی ہے۔

(فضائل القرآن، انوار العلوم جلد 14، ص 371)

علم قرآن میں مقابلہ کا چیلنج

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے علم قرآن کے بارہ میں بارہا یہ چیلنج اپنی زندگی میں شائع کروایا جو آج تک لاجواب ہے۔ وہ چیلنج یہ ہے۔

''غیر احمدی علماء مل کر قرآن کریم کے وہ معارفِ روحانیہ بیان کریں جو پہلے کسی کتاب میں نہیں ملتے اور جن کے بغیر روحانی تکمیل ناممکن تھی۔ پھر میں ان کے مقابلہ پر کم سے کم دگنے معارفِ قرآنیہ بیان کروں گا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھے ہیں اور ان مولویوں کو تو کیا سوجھنے تھے پہلے مفسرین و مصنفین نے بھی نہیں لکھے۔ اگر میں کم سے کم دگنے ایسے معارف نہ لکھ سکوں تو بے شک مولوی صاحبان اعتراض کریں طریق فیصلہ یہ ہو گا کہ مولوی صاحبان معارفِ قرآنیہ کی ایک کتاب ایک سال تک لکھ کر شائع کر دیں اور اس کے بعد میں اس پر جرح کروں گا جس کے لئے مجھے چھ ماہ کی مدت ملے گی۔ اس مدت میں جس قدر باتیں ان کی میرے نزدیک پہلی کتب میں پائی جاتی ہیں ان کو میں پیش کروں گا۔ اگر ثالث فیصلہ کر دیں کہ وہ باتیں واقعہ میں پہلی کتب میں پائی جاتی ہیں تو اُس حصہ کو کاٹ کر صرف وہ حصہ ان کی کتاب کا تسلیم کیا جائے گا جس میں ایسے معارفِ قرآنیہ بیان ہوں جو پہلی کتب میں نہیں پائے جاتے۔ اِس کے بعد چھ ماہ کے عرصہ میں ایسے معارف قرآنیہ حضرت مسیح موعود کی کتب

بقیہ صفحہ 17 پر

از م۔ا۔شہزاد

پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 20 فروری 1886ء کو ایک اشتہار لکھا جس میں مصلح موعود کی عظیم الشان پیشگوئی بیان کی گئی جو ضمیمہ اخبار ریاض ہند مورخہ یکم مارچ 1886ء میں شائع ہوا۔ آیئے اس بات پر غور کریں کہ اس پیشگوئی کے اصل الفاظ سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ آیا یہ کہ مصلح موعود و پسر موعود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صلبی بیٹا ہوگا یا یہ کہ وہ مدتہا مدت کے بعد آئندہ کسی زمانے میں آپ کی نسل میں سے ہوگا۔ اور وہ جسمانی و روحانی دونوں لحاظ سے آپ کا بیٹا ہوگا یا جسمانی بیٹا نہیں صرف روحانی بیٹا ہوگا۔

(1) آنحضور ﷺ نے مسیح موعود کے لئے فرمایا: یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ

(مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ 480 باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے اور شادی کریں گے اور ان کو اولاد دی جائے گی۔ مسیح موعود کے شادی کرنے کے ذکر کے ساتھ ہی بیٹا ہونے کا ذکر کرنا واضح طور پر ظاہر کر رہا ہے کہ وہ بیٹا بھی شادی کا نتیجہ اور مسیح موعود کا صلبی فرزند ہوگا۔ نہ کہ ایک زمانہ دراز کے بعد آپ کی نسل میں پیدا ہونے والا۔

کیا یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ شادی تو کرے مسیح موعود اور اس شادی کے ذکر کے ساتھ ہی حدیث میں جس بیٹے کے پیدا ہونے کا ذکر ہے وہ پیدا ہو، اس شادی پر سینکڑوں سال گزر جانے کے بعد۔

کیا حدیث میں جس شادی کے ذکر کے ساتھ ہی بیٹا پیدا ہونے کی بشارت دی گئی ہے اس شادی سے سینکڑوں سال بعد پیدا ہونے والا کسی طرح بھی اس شادی کا نتیجہ سمجھا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:۔

قَدْ اَخْبَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْمَسِيْحَ الْمَوْعُوْدَ يَتَزَوَّجُ وَ يُوْلَدُ لَهٗ فَفِيْ هٰذَا الْاِشَارَةُ اِلٰى اَنَّ اللّٰهَ يُعْطِيْهِ وَلَدًا صَالِحًا يُّشَابِهُ اَبَاهُ وَ لَا يَاْبَاهُ وَ يَكُوْنُ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ الْمُكْرَمِيْنَ

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 ص 578 حاشیہ)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیشگوئی فرمائی ہے کہ مسیح موعود شادی کرے گا اور اس کی اولاد ہوگی تو اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے خاص طور پر ایک صالح فرزند عطا کرے گا جو اپنے باپ کی نظیر ہوگا اور ہر ایک امر میں اس کا مطیع و فرمانبردار ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے معزز بندوں میں سے ہوگا۔ اسی طرح حضورؑ اپنی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ 325 میں فرماتے ہیں:۔

''اور یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اس کی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہوگا اور دین اسلام کی حمایت کرے گا۔ جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں یہ خبر آچکی ہے۔''

اس حدیث کی تشریح سے بھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی ہے یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ مسیح موعود کو جو صالح فرزند عطا فرمائے گا اور جو اپنے باپ کا نظیر ہوگا وہ مسیح موعود کا صلبی فرزند ہوگا۔ کیونکہ مسیح موعود کے شادی کرنے کا ذکر جو حدیث میں آیا ہے اسی سے اس فرزند کا پیدا ہونا ظاہر فرمایا ہے۔ اور اس شادی سے پیدا ہونے والا اسی زمانے میں پیدا ہوسکتا ہے نہ کہ شادی سے سینکڑوں سال بعد۔ اور وہ مسیح موعود کا صلبی فرزند ہوگا نہ کہ آپ کی دور کی نسل میں سے کسی اور کا فرزند۔

(2) اسی طرح حضرت نعمت اللہ ولی نے بھی مہدی و مسیح موعود کے لئے ایک یادگار پسر کی پیشگوئی ان الفاظ میں کی ہے۔

دور او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم

جب مسیح موعود کا دور اپنے کام کو انجام دیتے ہوئے ختم ہوجائے گا تو اس کا بیٹا اس کام کو سرانجام دینے میں اس کی یادگار ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس شعر سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

''جب اس کا زمانہ کامیابی کے ساتھ گزر جائے گا تو اس کے نمونہ پر اس کا لڑکا یادگار رہ جائے گا۔ یعنی مقدر یوں ہے کہ خدائے تعالیٰ اس کو ایک لڑکا پارسا دے گا جو اسی کے نمونہ پر ہوگا اور اسی کے رنگ سے رنگین ہوجائے گا اور وہ اس کے بعد اس کا یادگار ہوگا۔ یہ درحقیقت اس عاجز کی اس پیشگوئی کے مطابق ہے جو ایک لڑکے کے بارے میں کی گئی ہے۔''

(نشان آسمانی، روحانی خزائن جلد 4 ص 373)

اس پیشگوئی سے بھی صاف ظاہر ہے کہ وہ بیٹا مسیح موعود کا صلبی بیٹا ہوگا۔ اور آپ کے سامنے اس قابلیت و اہلیت تک پہنچ چکا ہوگا کہ اپنے باپ مسیح موعود کی وفات کے بعد آپ کے کام کو جاری رکھ کر آپ کی یادگار بن سکے۔

(3) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے ان الفاظ سے بھی کہ ''تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔''

یہی ظاہر ہے کہ وہ لڑکا آپؑ کا صلبی بیٹا ہوگا۔

(4) حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''خدا نے مجھے وعدہ دیا ہے کہ تیری برکات کا دوبارہ نور ظاہر کرنے کے لئے تجھ سے ہی اور تیری ہی نسل میں سے ایک شخص کھڑا کیا جائے گا... وہ پاک باطن اور خدا سے نہایت پاک تعلق رکھنے والا ہوگا۔ اور مظہر الحق والعلاء ہوگا گویا خدا آسمان سے نازل ہوا۔''

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 ص 181)

یہی الفاظ مصلح موعود والی پیشگوئی میں بھی ہیں جن سے ظاہر ہے کہ مصلح موعود آپ کا صلبی بیٹا ہوگا۔

(5) نشان طلب کرنے والے ہندوؤں کے لئے وہ لڑکا اسی حالت میں نشان ہوسکتا تھا جب کہ وہ ان کی زندگی میں پیدا ہوتا ورنہ وہ ان کے لئے نشان نہیں بن سکتا تھا۔

(6) حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔''خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ 20 فروری 1886ء کی پیشگوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی۔ اور اس عبارت تک کہ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے کہ جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوا اور اس کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔''

(سبز اشتہار روحانی خزائن جلد نمبر 2 صفحہ 463 حاشیہ)

اور بشیر ثانی مصلح موعود کا دوسرا نام ہے۔

(بحوالہ سبز اشتہار، روحانی خزائن جلد 2 ص 467 حاشیہ)

اس سے بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہی انکشاف فرمایا کہ مصلح موعود آپ کا بیٹا ہوگا۔

(7) 20 فروری 1886ء کے اشتہار میں مندرج پیشگوئی میں ''پاک لڑکا'' ''زکی غلام'' ''فرزند دلبند و گرامی ارجمند مظہر الحق و العلاء'' کے الہامی الفاظ بیان کیے گئے ہیں جو اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ مصلح موعود کو آپ کا فرزند یعنی بیٹا قرار دیا گیا ہے۔

(8) حضور علیہ السلام اشتہار 22 مارچ 1886ء میں فرماتے ہیں:۔

''اس عاجز کے اشتہار مورخہ 20 فروری 1886ء پر جس میں ایک پیشگوئی دربارہ تولد ایک فرزند صالح ہے۔ جو بہ صفت مندرجہ اشتہار پیدا ہوگا... ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی 9 برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔ خواہ جلد ہو خواہ دیر سے بہرحال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 113 مطبوعہ 1971ء)

یہ دعویٰ آپ نے اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ فرمایا میرا یہ کہنا بموجب وعدہ الٰہی ہے۔ بعض غیر مبائعین اس پیشگوئی کی غلط تاویلیں کرتے ہیں۔ انہیں خاموش کروانے کے لیے یہ ایک فقرہ ہی کافی ہے۔

''بموجب وعدہ الٰہی نو برس کے عرصہ میں ضرور پیدا ہوگا۔''

(خطابات ناصر جلد اول ص 45)

اشتہار 20 فروری 1886ء میں 2 لڑکوں بشیر اول اور بشیر ثانی کے پیدا ہونے کی پیشگوئی ہے۔ جس میں سے آپ نے بشیر ثانی کو مصلح موعود قرار دیا اور اس طرح بھی ثابت ہے کہ مصلح موعود آپ کا صلبی بیٹا ہے۔ حضور علیہ السلام کے ارشادات سے بخوبی ظاہر ہے کہ پسر موعود جو مصلح موعود ہوگا بموجب وعدہ الٰہی 9 برس کے اندر اندر یعنی فروری 1886ء سے لیکر فروری 1895ء تک ضرور پیدا ہو جائے گا۔

(9) 8 اپریل 1886ء کے اشتہار میں مصلح موعود کا لقب پسر موعود ہے۔

(ملخص مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 116-117)

پسر کے معنے بیٹے کے ہیں۔

(10) حضورؑ فرماتے ہیں:۔

''تمام پیشگوئیوں کے مجموعی الفاظ یہ ہیں کہ بعض لڑکے فوت بھی ہوں گے اور ایک لڑکا خدا تعالیٰ سے ہدایت میں کمال پائے گا۔''

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 ص 305)

ان حوالہ جات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ 20 فروری 1886ء میں جس خاص لڑکے کے متعلق پیشگوئی کی گئی ہے وہ آپ کا صلبی بیٹا ہوگا۔

(11) حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:۔

''مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ پس

مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا۔''
(مجموعہ اشتہارات جلد اول ص183حاشیہ)

اس امر کو ملحوظ رکھ کر کہ مصلح موعود کا نام فضل بھی ہے اس الہام کی تشریح یہ ہو گی کہ بشیر اول کے ساتھ فضل یعنی مصلح موعود ہے جو اس کے یعنی بشیر اول کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ اور ساتھ آنے کا یہ مطلب ہے کہ وہ مصلح موعود یا بشیر ثانی بشیر اول کے بعد بلا توقف پیدا ہو گا۔ یعنی بشیر اول اور مصلح موعود کے درمیان یا یوں کہیئے کہ بشیر اول اور بشیر ثانی کے درمیان کوئی بیٹا پیدا نہ ہو گا۔

چنانچہ حضرت اقدسؑ اس کے آگے فرماتے ہیں:۔

''نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے۔ اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے۔ اور ضرور تھا کہ اس کا آنا معرضِ التوا میں رہتا جب تک یہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے پیدا ہو کر پھر واپس اٹھایا جاتا۔ کیونکہ یہ سب امور حکمت الٰہیہ نے اس کے قدموں کے نیچے رکھے تھے۔ اور بشیر اول جو فوت ہو گیا ہے بشیر ثانی کے لئے بطور ارہاص تھا اس لئے دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا۔''
(مجموعہ اشتہارات جلد اول ص184حاشیہ)

ارہاص سے مراد یہ ہے کہ بشیر اول بشیر ثانی کے آنے کی ایک علامت اور بشارت تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 4دسمبر 1888ء کو یعنی سبز اشتہار تحریر فرمانے کے 3روز بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کو ایک خط میں تحریر فرمایا:۔''اس لڑکے (یعنی بشیر اول) کی پیدائش کے بعد اس کی طہارت باطنی اور صفائی استعداد کی تعریفیں الہام میں بیان کی گئیں اور پاک اور نور اللہ اور ید اللہ اور مقدس اور بشیر اور خدا با ماست اس کا نام رکھا گیا۔ سو ان الہامات نے یہ خیال پیدا کر دیا کہ غالباً یہی مصلح موعود ہو گا مگر پیچھے سے کھل گیا کہ مصلح موعود نہ تھا مگر مصلح موعود کا بشیر تھا۔''
(مکتوبات احمد جلد2 ص74)

اسی طرح سبز اشتہار صفحہ 17 میں بشیر اول کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے حضورؑ فرماتے ہیں:۔

''بذریعہ الہام بتلایا گیا اور صاف ظاہر کیا گیا کہ ظلمت اور روشنی دونوں اس لڑکے کے قدموں کے نیچے ہیں۔ یعنی اس کے قدم اٹھانے کے بعد جو موت سے مراد ہے ان کا آنا ضرور ہے۔ سواے وے لوگو! جنہوں نے ظلمت کو دیکھ لیا۔ حیرانی میں مت پڑو بلکہ خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ اس کے بعد اب روشنی آئے گی۔''

اور حضورؑ نے 8اپریل 1886ء کے اشتہار میں بشیر اول کی پیدائش سے متعلق بشارت کا ذکر کر کے فرمایا کہ:۔''بعد اس کے یہ بھی الہام ہوا کہ انہوں نے کہا کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔''

پس جب بشیر اول مصلح موعود نہ ہوا تو دوسرا لازمی طور پر مصلح موعود ہونا تھا۔ ان عبارات سے واضح ہے کہ بشیر ثانی جو از روئے الہام مصلح موعود ہے وہ بشیر اول کے بعد بلا توقف پیدا ہونے والا تھا۔ چنانچہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام بعد انکشاف تام سراج منیر میں فرماتے ہیں:۔

''سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا۔ سو محمود پیدا ہو گیا۔'' (سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 36 حاشیہ)

(12) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یکم دسمبر 1888ء کے سبز اشتہار میں بصراحت فرمایا تھا کہ ''مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے۔ اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے۔''
(مجموعہ اشتہارات جلد اول ص 183-184حاشیہ مطبوعہ 1971ء)

اس اشتہار کی طباعت پر ابھی ڈیڑھ مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے 12جنوری 1889ء کو آپؑ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو گیا۔ آپؑ نے اس کی پیدائش کا ذکر اشتہار ''تکمیل تبلیغ'' میں جو اسی رات میں تحریر کیا گیا تھا ان الفاظ میں فرمایا:۔''خدائے عزوجل نے جیسا کہ اشتہار دہم جولائی 1888ء و اشتہار دسمبر 1888ء میں مندرج ہے اپنے لطف و کرم سے یہ وعدہ دیا تھا کہ بشیر اول کی وفات کے بعد ایک دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہو گا۔ اور اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا کہ وہ اولوالعزم ہو گا اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہو گا۔ وہ قادر ہے جس طور سے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے سو آج 12جنوری 1889ء مطابق 9جمادی الاول 1306ھ روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے جس کا نام بالفعل محض تفاول کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی۔ مگر ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں اور محکم یقین سے جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدے کے موافق مجھ سے معاملہ کرے گا۔ اور اگر ابھی اس موعود لڑکے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں آیا تو دوسرے وقت میں وہ ظہور پذیر ہو گا۔ اور اگر مدت مقررہ سے ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدائے عزوجل اس دن کو ختم نہیں کرے گا جب تک اپنے وعدہ کو پورا نہ کر لے۔ مجھے ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت زبان پر یہ شعر جاری ہوا تھا۔

اے فخر رسل قرب تو معلوم شد
دیر آمدہ ز راہ دور آمدہ

پس اگر حضرت باری جلشانہ کے ارادہ میں دیر سے مراد اسی قدر دیر ہے جو اس پسر کے پیدا ہونے میں جس کا نام بطور تفاول بشیر الدین محمود رکھا گیا ہے ظہور میں آئی تو تعجب نہیں کہ یہی لڑکا موعود لڑکا ہو۔ ورنہ وہ بفضلہ تعالیٰ دوسرے وقت پر آئے گا۔'' (مجموعہ اشتہارات ص191-192)

اس اشتہار سے بھی مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:۔

1۔ پسر موعود۔ مصلح موعود۔ بشیر ثانی ایک ہی مولود کے نام ہیں۔

2۔ 12 جنوری 1889ء کو جو لڑکا پیدا ہوا اس کے یہ نام بطور تفاول رکھنے سے مراد یہی ہے کہ بظاہر حالات سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہی مولود پسر موعود مصلح موعود ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں بھی یہی بات ہے تو بشیر ثانی اور محمود جو اس کے نام بطور تفاول رکھے گئے ہیں اس کے واقعی نام قرار پائیں گے۔

3۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں مصلح موعود اس کے سوا کوئی اور لڑکا ہے تو وہ 9سال کی مدت معینہ کے اندر جس کے ختم ہونے میں ابھی 6سال باقی ہیں ضرور پیدا ہو جائے گا اور پھر اس کا نام محمود اور بشیر ثانی رکھا جائے گا۔ کیونکہ یہ درحقیقت مصلح موعود کے نام ہیں جو واقعی طور پر کسی اور کو نہیں دیئے جا سکتے۔

5۔ اس امر کی کہ 12جنوری 1889ء کو پیدا ہونے والا لڑکا ہی مصلح موعود ہے ایک دلیل تو یہ ہے کہ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کبھی یہ ظاہر نہیں فرمایا کہ ہم نے جس لڑکے کا نام تفاول کے طور پر محمود اور بشیر ثانی رکھا تھا وہ لڑکا ان ناموں کا مصداق نہیں۔ ان کا مصداق کوئی اور لڑکا ہے۔

6۔ 20 فروری 1886ء والا اشتہار جس میں سب سے پہلے پسر موعود کی پیشگوئی تحریر فرمائی ہے اس کے عنوان میں لکھا ہے کہ ''رسالہ سراج منیر مشتمل بر نشانہائے رب قدیر'' پھر اس عنوان کے نیچے اس رسالہ کے موضوع اور اس کے چھاپنے کے متعلق ذکر فرمایا ہے۔ پھر مصلح موعود والی پیشگوئی اور بعض اور پیشگوئیاں تحریر فرمائی ہیں۔

اس اشتہار سے قریباً 3 سال بعد حضورؑ نے سبز اشتہار میں بشیر اول کی وفات پر مخالفین کی نکتہ چینیوں کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ ''یقینی طور پر کسی الہام کی بناء پر اس رائے کو ظاہر نہیں کیا گیا تھا کہ ضرور یہ لڑکا پختہ عمر تک پہنچے گا اور اسی خیال اور انتظار میں سراج منیر کے چھاپنے میں توقف کی گئی تھی۔ تا جب اچھی طرح الہامی طور پر لڑکے کی حقیقت کھل جاوے تب اس کا مفصل اور مبسوط حال لکھا جائے۔''
(مجموعہ اشتہارات جلد اول ص166 مطبوعہ 1971ء۔ و کتاب سبز اشتہار روحانی خزائن جلد 2 ص450)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدسؑ نے سراج منیر کا چھپنا اس غرض سے روک رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پسر موعود کی اصل حقیقت کہ وہ کون ہے ظاہر ہو جائے تو سراج منیر چھاپی جائے۔ اور آپؑ نے اس وقت تک نہیں چھپوائی جب تک کہ 9سال کی وہ میعاد جو بالہام الٰہی مصلح موعود کی پیدائش کے لئے مقرر تھی ختم نہیں ہو گئی اور آپؑ پر یہ انکشاف نہیں ہو گیا کہ مصلح موعود کون ہے۔ سراج منیر کی اشاعت ہی سے یہ سمجھا جا سکتا تھا کہ جس امر کے ظاہر ہونے پر اس کی اشاعت منحصر کی گئی تھی وہ ظاہر ہو گیا ہے یعنی حضرت اقدسؑ پر اس امر کا انکشاف ہو گیا ہے کہ مصلح موعود کون ہے۔

(13) جب حضور علیہ السلام پر کامل انکشاف ہو گیا تو اس کے متعلق حضورؑ نے دنیا کو جو اطلاع دی وہ یہ تھی۔

''پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی۔ کہ وہ اب پیدا ہو گا اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا۔ اور پیشگوئی کی اشاعت کے لئے سبز ورق کے اشتہار شائع کئے گئے تھے۔ جو اب تک موجود ہیں۔ اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا اور اب نویں سال میں ہے''۔ اور حاشیہ میں فرماتے ہیں ''ہاں سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا سو محمود پیدا ہو گیا۔ کس قدر یہ پیشگوئی عظیم الشان ہے۔ اگر خدا کا خوف ہے تو پاک دل کے ساتھ سوچو۔'' (سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 36)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں۔

''سراج منیر 1897ء میں تصنیف ہوئی۔ گویا 1897ء میں کامل انکشاف کے بعد حضور (علیہ السلام) نے دنیا کو اپنے الفاظ میں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ ظاہر کیا ہے کہ جس بچے کا نام میں نے تفاؤل کے طور پر بشیر اور محمود رکھا تھا۔ وہی لڑکا حقیقتاً مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے۔۔۔ خدا تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق وہ لڑکا پیدا ہو گیا ہے۔ اور اب نویں سال میں ہے۔ اس دلیل کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی وہ لڑکا معیّن ہو گیا۔ جو خدا تعالیٰ کی نگاہ میں اس پیشگوئی کے مطابق مصلح موعود بن کر دنیا کی طرف آیا۔'' (خطابات ناصر جلد اول ص 48)

(14) سبز اشتہار میں بشیر اول کے بعد مصلح موعود کے سوا جس کے الہامی نام بشیر ثانی اور محمود وغیرہ بھی ہیں اور کسی لڑکے کی کوئی خبر نہیں۔ اور 9سال کے اندر پیدا ہونے کی میعاد بھی مصلح موعود ہی کے لئے مقرر

تھی۔اب اس سے زیادہ اس امر کی صراحت اور کیا ہوسکتی ہے کہ جس مولود کا نام محمود اور بشیر الدین پہلے بطور تفاول رکھا گیا تھا درحقیقت وہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا حقیقی مصداق ہے۔

(15) تریاق القلوب میں آپ علیہ السلام نے تحریر فرمایا:۔

’’سبز رنگ کے اشتہار میں یہ بھی لکھا گیا کہ اس پیدا ہونے والے لڑکے کا نام محمود رکھا جائے گا...جب کہ اس پیشگوئی کی شہرت بذریعہ اشتہارات کامل درجہ پر پہنچ چکی اور مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں میں سے کوئی بھی فرقہ باقی نہ رہا جو اس سے بے خبر ہو۔تب خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے 12جنوری 1889ء کو مطابق 9 جمادی الاول 1306ھ میں بروز شنبہ محمود پیدا ہوا اور اس کے پیدا ہونے کی میں نے اس اشتہار میں خبر دی ہے جس کے عنوان پر ’’تکمیل تبلیغ‘‘ موٹی قلم سے لکھا ہوا ہے۔جس میں بیعت کی دس شرائط مندرج ہیں۔ اور اس کے صفحہ 4میں یہ الہام پسر موعود کی نسبت ہے۔

اے فخرِ رسل قرب تو معلومم شد
دیر آمدۂ ز راہ دور آمدۂ‘‘

(تریاق القلوب،روحانی خزائن جلد15ص219)

اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ پسر موعود اور مصلح موعود ایک ہی ہیں کیونکہ اشتہار تکمیل تبلیغ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پسر موعود کی بجائے مصلح موعود لکھا ہے۔مزید برآں یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ منکشف ہو چکا تھا کہ ’’محمود‘‘ ہی مصلح موعود ہے۔

(16) پھر اس کے بعد 1907ء میں آپؑ نے حقیقۃ الوحی میں لکھا:۔

’’میرے سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اس دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ بشارت ہے۔دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے۔وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر 1888ء ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔زمین آسمان ٹل سکتے ہیں۔پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔یہ ہے عبارت اشتہار سبز کے صفحہ سات کی جس کے مطابق جنوری 1889ء میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمود رکھا گیا اور اب تک بفضلہٖ تعالیٰ زندہ موجود ہے۔اور سترھویں سال میں ہے۔‘‘

(حقیقۃ الوحی،روحانی خزائن جلد5ص374)

اب یہاں یہ نہیں لکھا کہ اس کا نام ’’محمود‘‘ بطور تفاول رکھا گیا۔بلکہ اسے قطعی طور پر سبز اشتہار کی پیشگوئی کا مصداق قرار دیا ہے جس میں لکھا ہے کہ بشیر ثانی اور محمود مصلح موعود کے نام ہیں اور یہ کہ مصلح موعود والی پیشگوئی مندرجہ اشتہار 20 فروری 1886ء میں ’’مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے‘‘ کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔(سبز اشتہار صفحہ 463حاشیہ)

(17) بشیر ثانی اور محمود، مصلح موعود کے الہامی نام ہیں۔اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بیٹوں میں سے صرف حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ہی کے یہ دونوں نام رکھے اور کسی بیٹے کے نہیں رکھے۔جس سے بہ تمام ترصفائی ظاہر ہوگیا کہ آپ ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کے حقیقی مصداق ہیں اور اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کا نام بشیر ثانی اور محمود رکھنے میں جو مصلح موعود کے الہامی نام ہیں۔یا اس الہام کہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہو گا۔آپ کو مصداق قرار دینے میں غلطی پر ہوتے تو اللہ تعالیٰ حضورؑ کی اس غلطی کو ضرور دور فرمادیتا۔کیونکہ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

’’میں بشر ہوں اور بشریت کے عوارض مثلاً جیسا کہ سہو اور نسیان اور غلطی یہ تمام انسانوں کی طرح مجھ میں بھی ہیں۔گو میں جانتا ہوں کہ کسی غلطی پر مجھے خدا تعالیٰ قائم نہیں رکھتا۔‘‘ (ایام الصلح،روحانی خزائن جلد 14ص 271۔ 272)

لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مذکورہ بالا ناموں کو غلط قرار نہیں دیا۔اس لئے ثابت ہوگیا کہ حضورؑ نے 12جنوری 1889ء کو پیدا ہونے والے مولود کا نام بطور تفاول کے جو محمود اور بشیر رکھا اور اسے مصلح موعود خیال کیا اور حسن و احسان میں اپنا نظیر بتایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی وہی مولود مسعود مصلح موعود کی پیشگوئی کا حقیقی مصداق تھا۔

(18) حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

’’ہمارے نزدیک یعنی ان احمدیوں کے نزدیک جو نظام خلافت سے وابستہ ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ الودود کو مصلح موعود مانتے ہیں یہ پیشگوئی نہایت صفائی اور شان کے ساتھ پوری ہوچکی ہے۔مگر احمدی کہلانے والوں کی ایک دوسری شاخ یعنی منکرین نظام خلافت اسے تسلیم نہیں کرتے۔ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ فروری 1886ء کے اشتہار میں مندرج پیشگوئی ہرگز حضرت اقدس علیہ السلام کے کسی اپنے بیٹے سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ یہ کسی دو تین سو سال بعد پیدا ہونے والے روحانی یا جسمانی بیٹے کے بارہ میں ہے۔ان کے نزدیک ’’پاک لڑکا‘‘ ’’زکی غلام‘‘ اور ’’فرزند دلبند گرامی ارجمن‘‘ وغیرہ الفاظ محض استعارۃً رکھے گئے ہیں جن سے مراد بیٹا ہرگز نہیں بلکہ یہ کسی ایسے شخص کے متعلق استعمال ہوئے ہیں جو ممکن ہے دو سو سال بعد پیدا ہو۔

کسی بھی پہلو سے آپ اس پیغامی موقف پر غور کر کے دیکھیں یہ انتہائی لغو اور نامعقول نظر آتا ہے۔اول تو کسی لفظ کو حقیقت کی بجائے استعارہ قرار دینے کے لئے کوئی قرینہ ہونا ضروری ہے یونہی خواہ مخواہ تو کسی کو یہ حق نہیں پہنچ جاتا کہ جس لفظ کو چاہے حقیقت کی بجائے استعارہ قرار دے لے اور اہل پیغام خواہ ایڑی چوٹی کا زور لگائیں انہیں پیشگوئی مصلح موعود میں کوئی دور کا قرینہ بھی ایسا نہیں مل سکتا جس کی رُو سے ’’بیٹا زکی غلام‘‘ اور ’’فرزند دلبند‘‘ کے الفاظ کو استعارہ پر محمول کرنا ضروری ہو۔ پھر اگر اس پیشگوئی کے سیاق و سباق اور پس منظر پر بھی نگاہ ڈال کر دیکھا جائے تو بھی اہل پیغام کا یہ موقف انتہائی مضحکہ خیز اور عقل و خرد سے عاری نظر آتا ہے یہ امر تو بہر حال انہیں بھی تسلیم ہوگا کہ ’’فرزند دلبند‘‘ سے جو بھی مراد لی جائے خواہ اس کا ترجمہ پڑپوتا کر لیا جائے یا بیٹا یہ وہی رحمت کا نشان ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے رب سے مانگا تھا جیسا کہ خود الہام الٰہی کے یہ الفاظ ثابت کر رہے ہیں کہ ’’میں تجھ کو ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا‘‘ اب یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ جو کچھ بھی دیا گیا ہے۔’’اسی کے موافق ہے‘‘ جو حضرت اقدس نے اپنے رب سے مانگا تھا۔اگر پیغامی موقف پر نظر ڈالیں تو اس کا یہ مطلب بنے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رحمت کے نشان کے طور پر اپنے رب سے ایک پاک اور وجیہ لڑکا نہیں بلکہ پڑپوتا یا لکڑ پوتا یا نکڑ پوتا یا کوئی اور رشتہ دار مانگا تھا جو اسی دعا کے سو دو سو سال کے بعد ظاہر ہو۔تمسخر کی حد ہے! ذرہ سوچیے تو سہی۔ دشمنان اسلام سے شدید مقابلہ ہو رہا ہے۔آپ علیہ السلام اپنی دعاؤں کی قبولیت اور تعلق باللہ کو اسلام کی سچائی کے ثبوت کے طور پر پیش فرماتے ہیں۔دشمن یہ مطالبہ کرتا ہے کہ ہماری پیش کردہ شرائط کے مطابق خدا تعالیٰ سے کوئی خارق عادت رحمت کا نشان مانگیں اور اس کی قبولیت کی پہلے سے خبر دیں پھر اگر ہم نے دیکھ لیا کہ وہ واقعی رحمت کا نشان آپ کو اسی طرح ملتا ہے جس طرح آپ نے مانگا تھا تو کفر و اسلام کی جنگ کا اسی پر فیصلہ ہو جائے۔ہم مان جائیں گے کہ آپؑ سچے آپ علیہ السلام کا خدا سچا، آپ علیہ السلام کا مذہب اسلام سچا۔ پیغامی کہتے ہیں کہ کفر و اسلام کی یہ فیصلہ کن جنگ جب اس مرحلہ پر پہنچ گئی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو دکھانے کے لئے ایک ایسا نشان مانگا جس کے سچا یا جھوٹا ہونے کا فیصلہ ان لوگوں کی زندگی میں ہو ہی نہیں سکتا تھا۔عجب تمسخر ہے کہ دعویٰ تو یہ ہے کہ میں تم لوگوں کو ایک حیرت انگیز نشان دکھانے والا ہوں مگر جب لوگ کہیں اچھا پھر دکھاؤ ہم تو خود مشتاق ہیں تو جو نشان پیش کیا جائے وہ یہ ہو کہ جب تم سب لوگ مر کھپ جاؤ گے تو تم پر حجت تمام کرنے کی خاطر اور میری اور دین اسلام کی سچائی کو نصف النہار کی طرح روشن کرنے کے لئے تمہیں ایک حیرت انگیز رحمت کا نشان دکھایا جائے گا۔

صرف یہی نہیں بلکہ جب ہم ایک اور پہلو سے اس پیغامی موقف کو دیکھتے ہیں تو یہ تمسخر کی حد سے نکل کر ظلم اور سفاکی کی حد میں داخل ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ان کے نزدیک جہاں تک حضرت اقدس علیہ السلام کی پہلی نسل کا تعلق ہے اس میں سے مصلح موعود پیدا ہونے کا تو کیا سوال وہ تو ساری کی ساری راہ حق سے ہی برگشتہ ہو چکی ہے اور ہدایت سے بکلی محروم گہری ظلمتوں میں بھٹک رہی ہے۔اس موقف کو اگر تسلیم کر لیا جائے اور الہام الٰہی کے ان الفاظ کو بھی مدنظر رکھا جائے کہ ’’میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا‘‘۔تو لازماً اس سے یہ نتیجہ بھی نکلے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے رب سے گویا نعوذ باللہ یہ التجا کی تھی کہ اے میرے آقا!۔۔۔قادیان کے یہ ہندو جو مجھ سے رحمت کا نشان طلب کرتے ہیں اور تیرا کوئی ایسا فضل مجھ پر نازل ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں جو میری اور اسلام کی سچائی کے ثبوت کے طور پر پیش کیا جا سکے اور جس کا بنانا انسانی اختیار سے باہر ہو تو اس کے جواب میں میری گریہ و زاری کو سنتے ہوئے میرے حق میں یہ رحمت کا نشان ظاہر فرما کہ میری ساری اولاد تو (نعوذ باللہ) ان کے دیکھتے دیکھتے تجھ سے دور ہٹ کر ابدی ہلاکت کے گڑھے میں جا پڑے اور ان میں کوئی دین اللہ کا شرف اور مرتبہ بلند کرنے والا نہ ہو مگر جب تمام موجودہ انسان صفحۂ ہستی سے گزر چکے ہوں اور ان روحانی مقابلوں کا دیکھنے والا بھی کوئی باقی نہ رہے، نہ تو قادیان کا کوئی ہندو ہی موجود ہو ان میں، نہ میرے موجودہ متبعین۔تو ان مرے کھپے ہندوؤں پر حجت تمام کرنے کی خاطر اور ان تمام منتظر نگاہوں کو تسکین دینے کے لئے جو آج اس رحمت کے نشان کی انتظار میں فرش راہ بنی بیٹھی ہیں تو آج سے دو سو سال کے بعد مجھے ایک روحانی فرزند عطا فرمانا تا کہ ان بھولے بسرے ہندوؤں اور خاک بسر آنکھوں پر حجت تمام ہو جو کبھی مجھ سے رحمت کے نشان کی طالب تھیں۔کاش منکرین خلافت بغض محمود میں ایسے اندھے نہ ہوتے۔کاش وہ ذرہ اتنی سی بصارت رکھتے کہ جس عناد کے تیر کو وہ محمود ایدہ اللہ الودود کے سینے میں پیوست کرنے پر مصر ہیں وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چھاتی کو برمائے بغیر اس دل تک نہیں پہنچ سکتا۔وہ عقلاً یہ مسلک اختیار کرنے کے مجاز ہی نہیں کہ مصلح موعود کی پیشگوئی سو دو سو سال بعد پیدا ہونے والے کسی شخص کے متعلق ہے۔‘‘

(خطابات طاہر قبل از خلافت ص 62-64)

(19) حضورؒ مزید فرماتے ہیں۔

"یہ امر ان کے لئے فیصلہ کُن ہونا چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جب آپ علیہ السلام کو مصلح موعود کی بشارت عطا فرمائی تو آپؑ نے اور دوسرے سننے والوں نے اس کا کیا مطلب لیا؟ کیا یہ ایک معلوم حقیقت نہیں کہ اس پیشگوئی کے شائع ہوتے ہی کیا موافق اور کیا مخالف، کیا مسلمان اور کیا ہندو اور سکھ اور عیسائی سب نے بلا استثناء "فرزند دلبند" سے مراد ایک عظیم الشان بیٹا لیا جو حضرت اقدس علیہ السلام کو بلا فصل عطا ہونا تھا۔ چنانچہ سب دنیا کی نگاہیں اس پیشگوئی کے پورا ہونے یا نہ ہونے کی طرف لگ گئیں۔ ان سب لوگوں کو تو مان لیا کہ الہام کی تشریح میں غلطی لگ گئی۔ مگر حضور علیہ السلام کے متعلق یہ کیسے مانا جائے کہ آپ علیہ السلام کو بھی غلطی لگ گئی تھی۔ کیا آپؑ کو معلوم نہیں تھا کہ آپؑ نے اپنے رب سے کیا مانگا ہے؟ پھر کیا آپؑ معلوم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو وہی کچھ دینے کا وعدہ فرمایا جو آپؑ نے اس سے مانگا تھا۔ پھر یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ مانگا تو آپؑ نے پڑپوتا ہو مگر انتظار بیٹے کا شروع کر دیا ہو... اگر واقعہ میں حضرت اقدس علیہ السلام نے بیٹے کی بجائے کچھ اور مانگا ہوتا تو جب 15 اپریل 1886ء کو صاحبزادی عصمت کی پیدائش پر مخالفین نے تمسخر اور تضحیک کا ایک طوفان بے تمیزی برپا کر دیا تو کم از کم اسی وقت حضرت اقدس علیہ السلام کو یاد آجانا چاہیے تھا کہ کیا غلطی ہوگئی آپ کو یاد آجانا چاہیے تھا کہ نہ میں نے بیٹا مانگا تھا نہ خدا تعالیٰ نے ہی بیٹے کا وعدہ فرمایا۔ پس اس فروگذاشت کے ازالہ کی خاطر آپ علیہ السلام بذریعہ اشتہار یہ اعلان فرما دیتے کہ مجھ سے ایک بڑی بھول ہوگئی۔ دراصل میں نے نہ تو کسی عظیم الشان بیٹے کی پیدائش کی التجا کی تھی نہ خدا تعالیٰ نے ہی کوئی ایسی خوشخبری دی پس تم عبث ایک مصلح موعود بیٹے کی انتظار میں خود بھی پریشان ہو رہے ہو اور مجھے بھی پریشان کر رہے ہو آئندہ سے اس بحث کو بند سمجھا جائے۔ مگر افسوس کہ یہ بحث بند نہ ہو سکتی تھی! آپ علیہ السلام خود تو اپنے الفاظ واپس لے لیتے مگر وحی الٰہی کو کیسے بند کرتے جو متواتر آپ علیہ السلام کے موقف کی تائید اور توثیق کرتی چلی جاتی تھی اور خدا تعالیٰ بھی بار بار آپ کو خبر دے رہا تھا کہ بیٹا ہی ہوگا، بیٹا ہی ہوگا، بیٹا ہی ہوگا اور ہوگا بھی 9 سال کے اندر اندر۔ چنانچہ اشتہار 22 / مارچ 1886ء میں آپؑ تحریر فرماتے ہیں:

"ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی 9 برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا خواہ جلد ہو خواہ دیر سے۔ بہر حال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا۔"

(خطابات طاہر قبل از خلافت ص 65-69)(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 113 مطبوعہ 1971ء)

پس منکرین خلافت سے میں پوچھتا ہوں کہ کیا خدا تعالیٰ کو بھی غلطی لگ گئی تھی؟ سننے والوں کو پتہ نہ چلا کہ اس پیشگوئی سے کیا مراد ہے؟ مانگنے والے کو یاد نہ رہا کہ میں نے کیا مانگا تھا؟ دینے والے کو یعنی خود خدا تعالیٰ بھی بھول گیا کہ کیا دینے کا وعدہ کیا تھا؟... ہر اہل عقل و دانش پر خوب روشن ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت اقدس علیہ السلام کو ایک عظیم الشان مصلح موعود بیٹے کی خوشخبری عطا فرمائی اور سب اہل علم جانتے ہیں کہ بڑی ہی صفائی اور شان کے ساتھ یہ پیشگوئی دنیا کے دیکھتے دیکھتے پوری ہوگئی۔ گو مخالفتوں کے بہت طوفان برپا ہوگئے، گو آپؑ کو اور آپؑ کی ہونے والی اولاد کو سخت ناپاک اور ذلیل تمسخر کا نشانہ بنایا گیا۔ یہاں تک کہ دروغ گو افتراء پردازوں نے تمسخر اور تذلل کے رنگ میں الہام الٰہی کی نقالی اور حضرت اقدس علیہ السلام اور آپؑ کی اولاد کی کامل تباہی اور بربادی کے متعلق من گھڑت جھوٹے الہام شائع کئے مگر یہ سب جھوٹ خود انہی پر پڑے اور پسر موعود کے حق میں خدا کے سب ارادے پورے ہو کر رہے۔" (خطابات طاہر قبل از خلافت ص 69)

حضورؒ فرماتے ہیں۔

"جانتے ہو کہ یہ کون ہے؟ اے منکرین مصلح موعود! کیا اس نشان رحمت کو پہچانتے ہو؟ کیا یہ تصویر تم نے کہیں دیکھی ہے؟ دیکھو کہ یہ وہی محمود تو ہے جو مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کا ثمرہ ہے وہی "فرزند دلبند گرامی ارجمند" تو ہے جس کے حق میں خدا تعالیٰ نے اپنے مسیح کو۔

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

(خطابات طاہر قبل از خلافت ص 71)

(20) یہ امر بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اختلاف سے پہلے منکرین خلافت بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ کہ مصلح موعود آپ کے بیٹوں میں سے ہوگا۔ چنانچہ مرزا خدا بخش غیر مبائع نے 1901ء میں اپنی کتاب عسل مصفّٰی میں لکھا:۔

"ایک دفعہ ایسے وقت میں جب کہ ابھی تک مسیح موعود کی کوئی اولاد نہ زوجہ سے جو ایک بڑے مشہور خاندان سادات سے تھیں نہیں ہوئی تھی۔ پیشگوئی کی کہ ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جو مشرق سے مغرب تک دین اسلام پھیلائے گا اس کا نام بشیر اور عمانویل ہوگا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (ضمیمہ ریاض ہند یکم مارچ 1886ء) یہ پیشگوئی بھی بکمال صفائی پوری ہوگئی۔ اس وقت تک چار ہی لڑکے موجود ہیں جن میں سے ایک وہ موعود بھی ہے جو اپنے وقت پر اپنے کمالات ظاہر کرے گا اور جو حضرت اقدسؑ کا جانشین ہوگا۔"

(عسل مصفّٰی جلد 2، صفحہ 582 مطبوعہ 1900ء)

کتنی واضح تحریر ہے کہ وہ موعود لڑکا آپؑ کے موجودہ چاروں فرزندوں میں سے ایک ہے اور وہ آپؑ کا جانشین یعنی خلیفہ ہوگا۔

(21) سابق امیر منکرین خلافت مولوی محمد علی مرحوم 1906ء میں سلسلہ کی کامیابی کے وعدہ کا ذکر کر کے تحریر فرماتے ہیں: "یہ بھی ایک پیشگوئی ہے کہ آپؑ کے ایک لڑکے کے ذریعہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے سلسلہ کی رہنمائی کے لئے مامور ہوگا یہ سلسلہ بڑا اقتدار اور قوت حاصل کرے گا۔" (ریویو آف ریلیجز جلد 5، صفحہ 192)

(22) مولوی محمد احسن مرحوم امروہوی نے جن کی شہادت کو سابق امیر منکرین خلافت نے ایک مامور ملہم کی شہادت سے بھی زیادہ وقیع قرار دیا ہے 1910ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی تقریر و تفسیر آیات قرآنی سن کر فرمایا:۔

"ایک یہ بھی الہام تھا کہ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعُلَاءِ الخ جو اس حدیث کی پیشگوئی کے مطابق تھا جو مسیح موعود کے بارہ میں ہے کہ یتزوّج ویُولدُ لہٗ یعنی آپؑ کے ہاں ولد صالح عظیم الشان پیدا ہوگا۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب موجود ہیں منجملہ ذریت طیبہ کے۔" (ضمیمہ اخبار بدر 26 جنوری 1911ء)

(23) حضرت حکیم مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے متعلق منکرین خلافت لکھتے ہیں کہ آپ ایک ایسی بزرگ ہستی تھے جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صدیق کے مرتبہ پر قرار دیا اور جس کے متعلق فرمایا کہ وہ مشکوٰۃ نبوت کے انوار سے منور ہے اور اپنی پاک طینتی اور شان مردی کے مناسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے نور لیتا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ اس کے لبوں پر حکمت بہتی ہے اور آسمان کے نور اس کے پاس نازل ہوتے ہیں۔ (ایڈیٹوریل پیغام صلح 8 اگست 1956ء)

اسی مقدس و بزرگ ہستی سے 1913ء میں حضرت پیر منظور محمد مرحوم ومغفور نے عرض کیا کہ مجھے حضرت اقدسؑ کے اشتہارات کو پڑھ کر پتہ چل گیا ہے کہ پسر موعود میاں صاحب ہی ہیں تو حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے فرمایا:۔

"ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم میاں صاحب کے ساتھ کس خاص طرز سے ملا کرتے ہیں اور ان کا ادب کرتے ہیں۔"

پھر حضرت پیر صاحب کی درخواست پر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اپنے قلم سے لکھ دیا: "یہ لفظ میں نے برادرم پیر منظور محمدؐ سے کہے ہیں۔"

(نور الدین 10 ستمبر 1913ء)

اور اس کا عکس سلسلہ کے لٹریچر میں چھپا ہوا موجود ہے۔

پس اگر بنی اسرائیل کے علماء کی شہادت بطور دلیل قرآن مجید میں پیش کی گئی ہے تو اس شخص کی شہادت جس کے متعلق منکرین خلافت تسلیم کرتے ہیں کہ وہ صدیق کا مرتبہ رکھتا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے نور لیتا تھا۔ اس امر کی دلیل کیوں نہیں ہو سکتا کہ مصلح موعود والی پیشگوئی کے حقیقی مصداق حضرت مرزا بشیر الدین محمود المصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

(24) جب اللہ تعالیٰ نے 5 اور 6 جنوری 1944ء کی درمیانی رات کو ایک خواب کے ذریعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر یہ منکشف فرمایا کہ آپ ہی پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق ہیں تو آپؓ نے 20 فروری 1944ء کو ہوشیار پور کے مقام پر ایک عظیم الشان جلسہ میں اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا۔ آپؓ فرماتے ہیں:۔

"آج سے پورے اٹھاون سال پہلے... 20 فروری کے دن 1886ء میں اس شہر ہوشیار پور میں اس مکان میں جو کہ میری انگلی کے سامنے ہے ... قادیان کا ایک گمنام شخص جس کو خود قادیان کے لوگ بھی پوری طرح نہیں جانتے تھے لوگوں کی اس مخالفت کو دیکھ کر جو اسلام اور بانی اسلام سے وہ رکھتے تھے، اپنے خدا کے حضور علیحدگی میں عبادت کرنے اور اس کی نصرت اور مدد طلب کرنے کے لئے آیا اور چالیس دن علیحدگی میں اس نے خدا تعالیٰ سے تضرع کے ساتھ دعائیں کیں۔ ان دعاؤں کے نتیجہ میں خدا نے اس کو ایک نشان دیا۔ وہ نشان یہ تھا کہ میں تم کو نہ صرف یہ کہ جو تمہارے ساتھ میرے وعدے ہیں ان کو پورا کروں گا بلکہ ان وعدوں کو زیادہ شان اور زیادہ عظمت کے ساتھ پورا کرنے کیلئے میں تمہیں ایک خاص بیٹا دوں گا۔ وہ اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچائے گا۔ کلام الٰہی کے معارف لوگوں کو سمجھائے گا۔ رحمت اور فضل کا نشان ہوگا اور دینی اور دنیوی علوم جو اسلام کی اشاعت کے لئے ضروری ہیں اسے عطا کئے جائیں گے۔ اللہ اسے لمبی عمر دے گا یہاں تک کہ وہ دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت حاصل کریں گی ... یہ خبر ایسی زبردست خبر ہے کہ کوئی انسان ایسی خبر دینے کی طاقت نہیں رکھتا۔ آخر یہ پیشگوئی پوری ہوئی ...... جس لڑکے کا میں نے ذکر کیا ہے وہ میں ہی ہوں۔ میرے

ذریعہ اس پیشگوئی کی بہت سی شقیں پوری ہو چکی ہیں اس لئے جماعت کا اصرار تھا کہ میں اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کا اعلان کروں مگر میں خاموش رہا۔حتیٰ کہ گزشتہ جنوری کے مہینہ میں لاہور میں مجھے ایک رؤیا دکھایا گیا۔جس میں مجھے بتایا گیا کہ اس پیشگوئی کا میں ہی مصداق ہوں... میں اس واحد اور قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے... کہ خدا نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیشگوئی کے مطابق آپ کا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے جس نے زمین کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہنچانا ہے...... میں آسمان کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں، زمین کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں، ہوشیارپور کی ایک ایک اینٹ کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ یہ سلسلہ دنیا میں پھیل کر رہے گا۔حکومتیں اگر اس کے مقابلہ میں کھڑی ہوں گی تو مٹ جائیں گی، بادشاہتیں کھڑی ہوں گی تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گی۔لوگوں کے دل سخت ہوں گے تو فرشتے ان کو اپنے ہاتھ سے ملیں گے یہاں تک کہ وہ نرم ہو جائیں گے اور ان کے لئے احمدیت میں داخل ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہے گا۔" (الفضل 24 فروری 1944ء)

حضرت مصلح موعودؓ کے 52 سالہ دورِ خلافت کا لمحہ لمحہ اس پیشگوئی کی صداقت کا آئینہ دار ہے۔اس پیشگوئی میں مذکور ہر صفت اپنی پوری شان کے ساتھ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے وجود میں جلوہ گر نظر آتی ہے۔آپ نے اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان نہایت پُرشوکت الفاظ میں فرمایا۔آپ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ کے اِذن اور اسی کے انکشاف کے ماتحت میں اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ وہ مصلح موعود جس نے رسول کریم ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں کے ماتحت دنیا میں آنا تھا اور جس کے متعلق یہ مقدر تھا کہ وہ اسلام اور رسول کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پھیلائے گا۔اور اس کا وجود خدا تعالیٰ کے جلالی نشانات کا حامل ہوگا۔وہ میں ہی ہوں اور میرے ذریعہ ہی وہ پیشگوئیاں پوری ہوئی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک موعود بیٹے کے متعلق فرمائی تھیں۔یاد رہے کہ میں کسی خوبی کا اپنے لئے دعویدار نہیں ہوں۔میں فقط خدا تعالیٰ کی قدرت کا ایک نشان ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی شان کو دنیا میں قائم کرنے کیلئے خدا تعالیٰ نے مجھے ہتھیار بنایا ہے۔اس سے زیادہ نہ مجھے کوئی دعویٰ ہے نہ مجھے کسی دعویٰ میں خوشی ہے۔میری ساری خوشی اسی میں ہے کہ میری خاک محمد رسول اللہ ﷺ کی کھیتی میں کھاد کے طور پر کام آجائے اور اللہ تعالیٰ مجھ پر راضی ہو جائے اور میرا خاتمہ رسول کریم ﷺ کے دین کے قیام کی کوشش پر ہو۔"

(انوار العلوم جلد 17 ص560)

بقیہ: سیدنا حضرت مصلح موعودؓ اور علم قرآن..... از صفحہ 12

سے یا آپ کے مقرر کردہ اصول کی بناء پر لکھوں گا جو پہلے کسی مصنف اسلامی نے نہیں لکھے اور مولوی صاحبان کو چھ ماہ کی مدت دی جائے گی کہ وہ اس پر جرح کر لیں اور جس قدر حصہ ان کی جرح کا مصنف تسلیم کر لیں اس کو کاٹ کر باقی کتاب کا مقابلہ ان کی کتاب سے کیا جائے گا اور دیکھا جائے گا کہ میرے بیان کردہ معارف قرآنیہ جو حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے لئے گئے ہوں گے اور جو پہلی کسی کتاب میں موجود ہوں گے، ان علماء کے معارفِ قرآنیہ سے کم از کم دگنے ہیں یا نہیں جو انہوں نے قرآن کریم سے ماخوذ کئے ہوں اور وہ پہلی کسی کتاب میں موجود نہ ہوں۔اگر میں ایسے دُگنے معارف دکھانے سے قاصر رہوں تو مولوی صاحبان جو چاہیں کہیں لیکن اگر مولوی صاحبان اِس مقابلہ سے گریز کریں یا شکست کھائیں تو دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ منجانب اللہ تھا۔یہ ضروری ہوگا کہ ہر فریق اپنی کتاب کی اشاعت کے معاً بعد اپنی کتاب دوسرے فریق کو رجسٹری کے ذریعہ سے بھیج دے۔مولوی صاحبان کو میں اجازت دیتا ہوں کہ وہ دگنی چوگنی قیمت کا، وی پی میرے نام کر دیں۔اگر مولوی صاحبان اس طریق فیصلہ کو ناپسند کریں اور اس سے گریز کریں تو دوسرا طریق یہ ہے کہ میں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادنیٰ خادم ہوں میرے مقابلہ پر مولوی صاحبان آئیں اور قرآن کریم کے تین رکوع کسی جگہ سے قرعہ ڈال کر انتخاب کر لیں اور وہ تین دن تک اُس ٹکڑے کی ایسی تفسیر لکھیں جس میں چند ایسے نکات ضرور ہوں جو پہلی کتب میں موجود نہ ہوں اور میں بھی اُسی ٹکڑے کی اسی عرصہ میں تفسیر لکھوں گا اور حضرت مسیح موعود کی تعلیم کی روشنی میں اُس کی تشریح بیان کروں گا اور کم سے کم چند ایسے معارف بیان کروں گا جو اس سے پہلے کسی مفسر یا مصنف نے نہ لکھے ہوں گے اور پھر دنیا خود دیکھ لے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کی کیا خدمت کی ہے اور مولوی صاحبان کو قرآن کریم اور اُس کے نازل کرنے والے سے کیا تعلق اور کیا رشتہ ہے۔"

(الموعود، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 572)

اسی طرح آپ نے فرمایا۔

"میں ساری دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس دنیا کے پردہ پر کوئی شخص ایسا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُسے قرآن سکھایا گیا ہے تو میں ہر وقت اس سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔لیکن میں جانتا ہوں آج دنیا کے پردہ پر سوائے میرے اور کوئی شخص نہیں جسے خدا کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا گیا ہو۔خدا نے مجھے علم قرآن بخشا ہے اور اِس زمانہ میں اُس نے قرآن سکھانے کے لئے مجھے دنیا میں استاد مقرر کیا ہے۔" (الموعود، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 647)

غیروں کا اعتراف

یہ چیلنج آج تک کسی عالم دین کو قبول کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔بلکہ اس چیلنج کا جواب تو درکنار الٹا مخالف وموافق محققین نے حضرت مصلح موعود کے علم قرآن کو تسلیم کیا۔اس کی چند مثالیں پیش ہیں۔

(1) مولوی ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر اخبار 'زمیندار' نے احراریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

احراریو! کان کھول کر سن لو۔تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود صاحب کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔مرزا محمود کے پاس قرآن ہے اور قرآن کا علم ہے تمہارے پاس کیا خاک دھرا ہے۔تم میں سے کوئی ہے جو قرآن کے سادہ حرف بھی پڑھ سکے۔تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا تم خود کچھ نہیں جانتے تم لوگوں کو کیا بتاؤ گے۔مرزا محمود کی مخالفت تمہارے فرشتے بھی نہیں کر سکتے۔میں حق بات کہنے سے باز نہیں آسکتا۔

(ایک خوفناک سازش مصنفہ مظہر علی اظہر صفحہ 196)

(2) سید جعفر حسین صاحب بی اے، ایل ایل بی حیدر آباد دکن حضرت مصلح موعود کی رقم فرمودہ تفسیر کبیر کے مطالعہ کی رُوداد یوں بیان کرتے ہیں۔

"میں نے تفسیر کبیر کا مطالعہ شروع کیا۔۔۔تو مجھے اس تفسیر میں زندگی سے معمور اسلام نظر آیا۔اس میں وہ سب کچھ تھا جس کی مجھ کو تلاش تھی۔تفسیر کبیر پڑھ کر میں قرآن کریم سے پہلی دفعہ روشناس ہوا۔"

(الفضل 23 جون 1962ء)

(3) ہندوستان کے ایک مشہور اہل قلم اور محقق ادیب نیاز فتح پوری جو دقیق النظر بھی ہیں۔تفسیر کبیر سورۃ یونس کے مطالعہ کے بعد اپنی رائے لکھتے ہیں۔

"تفسیر کبیر جلد سوم آج کل میرے سامنے ہے اور میں اسے بنگاہ غائر سے دیکھ رہا ہوں۔اس میں شک نہیں کہ مطالعہ قرآن کا ایک بالکل نیا زاویہ فکر آپ نے پیدا کیا ہے۔اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے۔جس میں عقل و نقل کو بڑے حسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔آپ کی تبحر علمی آپ کی وسعت نظر آپ کی غیر معمولی فکر و فراست آپ کا حسن استدلال اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے اور مجھے افسوس ہے کہ میں کیوں اس وقت تک اس سے بے خبر رہا۔کاش کہ میں اس کی تمام جلدیں دیکھ سکتا۔کل سورہ ہود کی تفسیر میں حضرت لوطؑ پر آپ کے خیالات معلوم کر کے جی پھڑک گیا۔اور بے اختیار یہ خط لکھنے پر مجبور ہو گیا۔آپ نے ھٰؤُلَاءِ بَنَاتِیْ کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسرین سے جدا بحث کا جو پہلو اختیار کیا ہے اس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں۔خدا آپ کو تادیر سلامت رکھے۔"

(مکتوب نیاز فتح پوری بنام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی۔اکتوبر 1959ء)

(4) "صدق جدید" کے مدیر شہیر مولانا عبد الماجد صاحب دریا آبادی نے حضرت مصلح موعود کے وصال پر تحریر فرمایا۔

"قرآن و علوم قرآن کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی اور اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں ان کا اللہ انہیں صلہ دے۔علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح، تبیین و ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے۔" (صدق جدید 18 نومبر 1965ء)

اشاعت علم قرآن کی تڑپ اور خواہش

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کو قرآن سے جو گہری محبت تھی اس کا ایک اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ 1955ء میں قاتلانہ حملہ کے بعد جب حضور کی علالت انتہائی تشویشناک صورت اختیار کر گئی اور بغرض علاج آپ کو یورپ تشریف لے جانا پڑا۔اس موقع پر حضور نے احباب جماعت کے نام ایک خصوصی پیغام میں تحریر فرمایا کہ

"میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے خدا! ابھی دنیا تک تیرا قرآن صحیح طور پر نہیں پہنچا اور قرآن کے بغیر نہ اسلام ہے نہ مسلمانوں کی زندگی۔تو مجھے پھر سے توفیق بخش کہ میں قرآن کے بقیہ حصہ کی تفسیر کر دوں اور دنیا پھر ایک لمبے عرصے کے لئے قرآن شریف سے واقف ہو جائے اور اس پر عامل ہو جائے اور اس کی عاشق ہو جائے۔"

(الفضل 10 اپریل 1955ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس عظیم خلیفہ کی یہ خواہش پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

مریم رحمٰن

سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ

دنیا میں بعض انسان ایسے بھی پیدا ہوئے ہیں جو قوموں کی تقدیر بدلنے کیلئے آتے ہیں۔جن کو اللہ تعالیٰ دنیا میں نمونہ بنا کر بھیجتا ہے تا کہ اس کی تقلید سے قوم میں بھی وہی اعلیٰ عادات وفضائل پیدا ہوں۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بھی ایسے وجودوں میں سے ایک تھے۔جن کی زندگی کا ہر لحہ بے نفسی کے ساتھ یادِ خدا تعالیٰ اور خدا تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت میں گزرا۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ مؤرخہ 12جنوری 1889ء بروز ہفتہ قادیان میں پیدا ہوئے۔آپ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی حرم ثانی حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کے بطن سے حضور کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔آپ کی ولادت باسعادت الٰہی بشارتوں کے مطابق ہوئی جوہستی باری تعالیٰ، آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔آپ 12مارچ 1944ء کو بمقام لاہور تقریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’پانچ اور چھ جنوری کی درمیانی رات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام کے ذریعہ بتایا کہ میں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کا حضرت مسیح موعودؑ کی پیش گوئی میں ذکر کیا گیا تھا اور میرے ذریعہ ہی دور دراز ملکوں میں خدائے واحد کی آواز پہنچے گی۔میرے ذریعہ ہی محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا۔‘‘

ایک جگہ آپ فرماتے ہیں:

’’وہ کونسا اسلامی مسئلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ اپنی تمام تفصیل کے ساتھ نہیں کھولا۔مسئلہ ختم نبوت، مسئلہ کفر، مسئلہ تقدیر قرآنی ضروری امور کا انکشاف، اسلامی اقتصادیات، اسلامی سیاسیات اور اسلامی معاشرے وغیرہ پر تیرہ سو سال سے کوئی وسیع مضمون نہیں تھا۔مجھے خدا نے اس خدمت کی توفیق دی۔‘‘

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تعلیم کی عمر کو پہنچے تو مقامی سکول میں آپ کو داخل کرایا گیا مگر طالب علمی کے زمانہ میں چونکہ آپ کی صحت خراب رہتی تھی اس لئے آپ کو دنیاوی تعلیم سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔آپ کے استاد حضرت مسیح موعودؑ سے آپ کی تعلیمی حالت کا ذکر کرتے تو حضور فرمایا کرتے تھے کہ اس کی صحت اچھی نہیں ہے۔جتنا یہ شوق سے پڑھے اسے پڑھنے دو، زیادہ زور نہ دو۔خدا تعالیٰ نے پیش گوئی کے مطابق خود آپ کو ظاہری و باطنی تعلیم دی۔جس کو دنیا نے دیکھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ہی آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اپنی خاص تربیت میں لے لیا۔آپ نے ان کی صحبت اور فیض سے بہت فائدہ اٹھایا۔قرآن شریف، حدیثوں کی بعض کتابیں آپ نے حضرت مولوی صاحب سے ہی پڑھیں۔26 مئی 1908ء کو جب حضرت مسیح موعودؑ وفات پا گئے۔آپ 19 برس کے تھے۔اس وقت آپ نے یہ عظیم الشان عہد کیا کہ الٰہی اگر سارے لوگ بھی حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کو چھوڑ جائیں گے تو پھر بھی میں اپنے عہد پر قائم رہوں گا اور حضرت مسیح موعودؑ جس مقصد کے لئے مبعوث ہوئے تھے اسے پورا کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔آپ کی زندگی کا ایک ایک دن اس امر کا گواہ ہے جو آپ نے عہد کیا وہ پورا کر دکھایا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو خدا تعالیٰ سے بے انتہا محبت تھی۔آپ کی تمام زندگی قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق گزری ہے:

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔

ترجمہ: تو کہہ دے کہ میری عبادت اور میری قربانیاں اور میرا جینااور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

(الانعام:163)

آپ کے 52 سالہ دورِ خلافت کا ایک ایک دن شاہد ہے کہ مخالفتوں کی آندھیاں چلیں، فتنے اٹھے جماعت کو نیست و نابود کرنے کی کوششیں کی گئیں مگر آپ کو اللہ تعالیٰ پر کامل توکل رہا۔اور اللہ تعالیٰ کا سایہ بھی ہر آن آپ پر رہا۔آپ فرماتے ہیں:

’’تو خدا تعالیٰ جس سے محبت کرتا ہے اس کے سامنے سب کچھ ہیچ ہو جاتا ہے۔تم اس کے لئے کوشش کرو کہ خدا تعالیٰ تم سے محبت کرے تا کہ اس کی مدد اور نصرت تم کو مل جائے۔اور جب اس کی نصرت تمہارے ساتھ شامل ہو جائے تو پھر ساری دنیا ہے کیا چیز! وہ تو ایک کیڑے کی بھی حیثیت نہیں رکھتی۔‘‘

آپ کو آنحضرت ﷺ سے بے انتہا عشق تھا۔جب آپ آنحضور ﷺ کا نام لیتے تو آپ کی آواز میں لرزش اور آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے۔آپ کے اشعار اس مضمون پر مزید روشنی ڈالتے ہیں۔

مجھے اس بات پر ہے فخر محمود
مرا معشوق محبوب خدا ہے
اسی سے میرا دل پاتا ہے تسکین
وہی آرام میری روح کا ہے
ہوا اس کے نام پر قربان سب کچھ
کہ وہ شاہنشہ ہر دو سرا ہے

اسی طرح قرآن مجید سے آپ کو بے نظیر عشق تھا۔آپ نے قرآن مجید کی تفسیر لکھ کر اس کی اشاعت کی وہ تاریخ احمدیت کا روشن باب ہے۔جن دنوں آپ نے تفسیر کبیر لکھی نہ آرام کا خیال رہتا نہ سونے کا نہ کھانے کا۔بس ایک دھن تھی کہ کام ختم ہو جائے رات کو عشاء کی نماز کے بعد لکھنے بیٹھتے ہیں تو کئی دفعہ ایسا ہوا کہ صبح کی اذان ہو گئی اور لکھتے چلے گئے۔ڈاکٹر کہتے تھے کہ آرام کریں زیادہ محنت نہ کریں مگر آپ کو ایک دھن تھی کہ قرآن کے ترجمہ کا کام ختم ہو جائے۔

افراد جماعت سے آپ کو غیر معمولی محبت تھی۔یہ حقیقت ہے کہ جماعت کے افراد آپ کو اپنی بیویوں، اپنے بچوں اور اپنے عزیزوں سے بہت زیادہ پیارے تھے ان کی خوشی سے آپ کو خوشی پہنچتی تھی اور ان کے دکھ سے آپ کرب میں مبتلا ہو جاتے تھے۔جب آپ خلیفہ منتخب ہوئے تو اسی سال جلسہ سالانہ پر خطاب کرتے فرمایا:

’’کیا تم میں اور ان میں جنہوں نے خلافت سے روگردانی کی ہے کوئی فرق ہے؟ کوئی بھی فرق نہیں۔لیکن نہیں ایک بہت بڑا فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ تمہارے لئے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہاری محبت رکھنے والا، تمہارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا، تمہارے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے۔مگر ان کے لئے نہیں ہے تمہارا اسے فکر ہے، درد ہے اور وہ تمہارے لئے اپنے مولیٰ کے حضور تڑپتا رہتا ہے لیکن ان کے لئے ایسا کوئی نہیں ہے۔کسی کا اگر ایک بیمار ہو تو اس کو چین نہیں آتا لیکن کیا تم ایسے انسان کی حالت کا اندازہ کر سکتے ہو جس کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بیکار ہوں۔‘‘

(برکات خلافت انوار العلوم جلد 2 صفحہ 158)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے طبقہ نسواں پر عظیم الشان احسانات ہیں۔آپ کے دورِ خلافت میں احمدی عورت نے علم میں، عمل میں، قربانی میں، نیکی وطہارت میں آپ کے زیر سایہ جس قدر ترقی کی اس کی مثال کسی قوم میں نہیں مل سکتی۔1922ء میں آپ نے لجنہ اماءاللہ کا قیام فرما کر مستورات میں یہ احساس پیدا کیا کہ وہ بنی نوع انسان کا ایک جزو لاینفک ہیں۔اور قوموں کی ترقی میں ان کا بھی ہاتھ ہے آپ فرماتے ہیں:

’’حقیقت یہی ہے کہ عورتوں کی تعلیم و تربیت کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔مجھے خدا تعالیٰ نے الہاماً فرمایا ہے کہ اگر پچاس فیصدی عورتوں کی اصلاح کرلو۔تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی۔گویا خدا تعالیٰ نے اسلام کی ترقی کو تمہاری اصلاح کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔جب تک تم اپنی اصلاح نہ کرلو ہمارے مبلغ خواہ کچھ کریں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔‘‘

(الازہار لذوات الخمار صفحہ 641)

خلافت ثانیہ کا مبارک دور 14 مارچ 1914ء کو شروع ہوا اور 8 نومبر 1965ء کو ختم ہوا۔یہ ایک تاریخ ساز دور تھا حضرت مصلح موعودؓ نے اسلام اور سلسلہ احمدیہ کی ترقی کے لئے عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے جس نے جماعت کی علمی و روحانی ترقی اور تعلیم وتربیت میں نہایت اہم کردار ادا کیا اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کے ساتھ جماعت کامیابی و کامرانی کے ساتھ فتح ونصرت کی نئی منزلوں کی طرف بڑھتی چلی گئی۔آپ حضرت مسیح موعودؑ کی مقبول دعاؤں کا عظیم ثمرہ تھے۔آپ کا وجود قبولیت دعا کا ایک زندہ اور مجسم معجزہ تھا۔دعاؤں کے ساتھ آپ کو ایک عجیب نسبت تھی اپنی جماعت کے نام ایک پیغام میں فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو اور آپ کے قدم کو ڈگمگانے سے محفوظ رکھے۔سلسلہ کا جھنڈا نیچا نہ ہو۔اسلام کی آواز پست نہ ہو، خدا کا نام ماند نہ پڑے، قرآن سیکھو اور حدیث سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ اور خود عمل کرو اور دوسروں سے عمل کرواؤ۔زندگیاں وقف کرنے والے ہمیشہ تم میں سے ہوتے رہیں۔۔۔خلافت زندہ ہے اور اس کے گرد جان دینے کے لئے ہر مومن آمادہ کھڑا ہو۔صداقت تمہارا زیور، امانت تمہارا حسن اور تقویٰ تمہارا لباس ہو۔خدا تعالیٰ تمہارا ہو اور تم اس کے ہو۔آمین‘‘

(الفضل 11 نومبر 1965ء)

اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہمیں ہماری ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’پس آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔اصلاح نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔اصلاح اولاد کی طرف بھی توجہ دیں اور اصلاح معاشرہ کی طرف بھی توجہ دیں۔اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے بھر پور کوشش کریں۔جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بنایا تھا۔پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یوم مصلح موعود کا حق ادا کرنے والے ہوں گے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 9 صفحہ 91)

از ابن شریف درّانی

تربیتِ اولاد کے لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مبارک اُسوہ اور قیمتی نصائح

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے موعود فرزند ارجمند حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ جو بہت سی خدا داد اور موعودہ خصائل و عادات لے کر پیدا ہوئے تھے، نے اپنی اولاد کی تربیت کے جو رنگ اختیار فرمائے اس بارہ میں آپؓ کے ارشاداتِ عالیہ کا ایک مرقع بطور نمونہ پیشِ خدمت ہے۔حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اپنے والدِ ماجد حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اندازِ تربیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

یتیم سے حسنِ سلوک

ایک دن میرے ساتھ دو تین لڑکیاں صحن میں ایک گھریلو کھیل (آنکھ مچولی) کھیل رہی تھیں۔ مجھے کسی بات پر غصہ آیا اور میں نے ان میں سے ایک کے منہ پر طمانچہ مارا۔عین اسی وقت اباجان مغرب کی نماز پڑھا کر صحن میں داخل ہو رہے تھے۔ آپ نے مجھے طمانچہ مارتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ سیدھے میرے پاس آئے مجھے پاس کھڑا کر کے اس لڑکی کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ مبارک نے تمہارے منہ پر طمانچہ مارا ہے تم اس کے منہ پر اسی طرح طمانچہ مارو۔ وہ لڑکی اس کی جرأت نہ کر سکی۔ بار بار کہنے کے باوجود اس نے میرے منہ پر طمانچہ نہیں مارا۔اس کے بعد آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تم کیا سمجھتے ہو کہ اس کا باپ نہیں اس لئے تم جو چاہو کر سکتے ہو؟ یاد رکھو کہ میں اسکا باپ ہوں۔ اگر تم نے آئندہ ایسی حرکت کی تو میں سزا دوں گا۔ (یہ ایک یتیم لڑکی تھی جس کو اباجان نے اپنی کفالت میں لیا ہوا تھا) یتیموں سے حسنِ سلوک ان کی عزت اور احترام کا سبق تھا جو میں کبھی نہیں بھولا۔ میری عمر اس وقت سات آٹھ سال کی تھی۔ یہ لکھتے ہوئے بھی وہ نظارہ مجھے یاد ہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 5 جنوری 1995ء)

کھانے کے آداب

ابا جان کے ساتھ کھانا کھانا بھی تربیت اور اعلیٰ اخلاق کا موجب بنا۔ دستر خوان پر بیٹھے ہوئے سب بچوں پر نظر رکھتے کہ جب ڈش سے کھانا نکالا ہے تو کیا اپنے سامنے والے حصہ سے نکالا ہے یا نہیں لقمہ منہ میں ڈال کر منہ بند کر کے کھانا چبایا ہے یا نہیں۔ کھاتے وقت منہ سے آوازیں تو نہیں نکلتیں۔ کھانے سے پہلے اور بعد ہاتھ صابن سے دھوئے تھے یا نہیں۔غرض کوئی پہلو بھی آپ کی نظر سے اوجھل نہ تھا۔بعض دفعہ میں حیران ہوتا تھا کہ خود تو کھاتے ہوئے ڈاک بھی دیکھتے جاتے ہیں خطوط پر نوٹ بھی لکھتے جاتے ہیں۔ کبھی کبھی لقمہ منہ میں ڈالتے ہیں نظر بھی نیچی ہوتی ہے۔ اس کے باوجود ہماری ہر حرکت پر بھی نظر ہے۔ بہت کم خوراک تھی۔ ایک دفعہ مجھے خیال آیا کہ آپ اتنا کم کھاتے ہیں تو میں بھی کم کھانا کھایا کروں۔ میں نے آدھا پھلکا (پھلکا ہمارے گھروں میں بہت کم آٹے کی پتلی سی روٹی کو کہتے ہیں) کھانا شروع کیا۔ ایک دن مجھے فرمانے لگے کہ میں ایک ماہ سے دیکھ رہا ہوں کہ تم بہت کم کھانا کھاتے ہو تمہارے لئے مناسب نہیں تم ابھی بچے ہو تمہاری نشو و نما کی عمر ہے اس عمر میں پیٹ بھر کر کھانا چاہئے۔ تھوڑا کھانا تمہارے قویٰ پر مضر اثر کرے گا تمہارے پر بڑی ذمہ داریاں پڑنے والی ہیں۔ ان کو کیسے اٹھا سکو گے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 5 جنوری 1995ء)

پڑھائی کی نگرانی

ہائی سکول کی پرائمری کی چار کلاسیں مکمل کرنے کے بعد آپ نے مجھے مدرسہ احمدیہ میں داخل کروایا۔ مدرسہ احمدیہ میں انگریزی تعلیم نہ ہونے کے برابر تھی۔ ایک دن کھانے پر بیٹھے ہوئے انگریزی اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ پڑھتے ہوئے مجھے کہا کہ انگریزی زبان پر عبور بھی ضروری ہے تم کو کھیلوں میں دلچسپی ہے۔ آج سے تم مجھ سے اخبار لے لیا کرو۔ اس کے جس صفحہ پر کھیلوں کی خبریں ہوتی ہیں وہ پڑھنا شروع کرو اور پھر آہستہ آہستہ اخبار کی باقی خبریں بھی پڑھنی شروع کر دینا۔ مجھ سے ہر روز سوال کرتے تھے کہ آج کے اخبار میں کون کون سی کھیلوں کا ذکر ہے؟ اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ کرکٹ کا میچ تھا تو کس نے زیادہ رنز بنائیں؟ کس بولر نے زیادہ وکٹیں لیں؟ ہاکی کے میچ میں کس کس نے گول کئے وغیرہ؟ چند ماہ میں ہی آپ کو تسلی ہوگئی کہ اخبار اچھی طرح پڑھ لیتا ہوں اور سمجھ لیتا ہوں۔

ایک دن فرمانے لگے کہ تمہیں کونسی ناولیں پڑھنے کا شوق ہے۔ میں نے کہا کہ جاسوسی کی۔ یہ سن کر آپ نے اپنے ذاتی لائبریرین جن کا نام مکرم یحییٰ خان صاحب تھا، کو بلایا اور انہیں کہا کہ مبارک آپ سے اپنی پسند کی کتابیں لے آیا کرے گا اور پڑھ کر واپس کر دیا کرے گا۔ آپ کی لائبریری میں سب علوم کی کتب موجود تھیں۔ جوں جوں انگریزی زبان میں ترقی کرتا گیا مختلف علوم کی کتب پڑھنی شروع کر دیں۔ میری پسند کے مضمون تاریخ، پولیٹکل سائنس اور فلاسفی تھے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 5 جنوری 1995ء)

ایفاءِ عہد

ہر سال جلسہ سالانہ کے بعد آپؓ دو اڑھائی ہفتہ کے لئے بیاس دریا پر شکار کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ جلسہ سالانہ کی مصروفیات جو روزانہ 19 گھنٹے سے کم نہ ہوتی تھیں، کا تقاضہ تھا کہ جلسہ کے بعد کچھ آرام اور صحت مند تفریح بھی ہو جائے۔ ایک دن آپ کی طبیعت کچھ خراب تھی۔ آپ نے ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کو کہا کہ میں آج دریا پر نہ جاسکوں گا آپ مبارک کو شکار کے لئے لے جائیں۔ ہم دریا پر پہنچے اور کشتی میں سوار تھے کہ ہمارے اوپر سے دو مگ (بڑی مرغابی) اڑتے ہوئے جا رہے تھے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو کہا کہ اگر آپ ان دونوں کو گرالیں تو میں آپ کو ایک روپیہ انعام دوں گا۔ ڈاکٹر صاحب نے فائر کیا اور وہ دونوں نیچے آ گرے۔ شام کو واپس گھر آئے تو میں تو ایک روپیہ کا وعدہ کر کے بھول گیا تھا مگر ڈاکٹر صاحب بھولنے والے نہ تھے۔ دو تین دن کے بعد اباجان کو کہا کہ میاں نے وعدہ کیا تھا کہ میں اگر مگ گرالوں تو مجھے ایک روپیہ انعام دیں گے۔ انہوں نے ابھی تک مجھے روپیہ نہیں دیا۔ جب آپ گھر کے اندر تشریف لائے تو مجھے بلا کر فرمایا کہ تم نے ڈاکٹر صاحب سے جو وعدہ کیا تھا پورا نہیں کیا۔ یہ جائز نہیں یا وعدہ نہ کرو یا پھر اس کو پورا کرو۔ اسی وقت اپنی جیب سے ایک روپیہ نکال کر مجھے دیا کہ ابھی جا کر ڈاکٹر صاحب کو یہ دے دو۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 5 جنوری 1995ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمودات

تربیتِ اولاد فرض ہے

’’ہم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اپنی آئندہ نسلوں تک اسلام کی تعلیم کو محفوظ رکھتا چلا جائے اور درحقیقت اسی غرض کے لئے میں نے خدام الاحمدیہ کی انجمن قائم کی ہے تا جماعت کو یہ احساس ہو کہ اولاد کی تربیت ان کا اہم ترین فرض ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نکتہ ایسے اعلیٰ طور پر بیان فرمایا ہے کہ اسے دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ یہ امر ہر شخص جانتا ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی اصلاح میں سے مقدم اصلاح لڑکیوں کی ہوتی ہے کیونکہ وہ آئندہ نسل کی مائیں بننے والی ہوتی ہیں اور ان کا اثر اپنی اولاد پر بہت بھاری ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو قوم عورتوں کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں کرتی اس قوم کے مردوں کی بھی اصلاح نہیں ہوتی اور جو قوم مردوں اور عورتوں دونوں کی اصلاح کی فکر کرتی ہے وہی خطرات سے بالکل محفوظ ہوتی ہے۔‘‘

(مشعل راہ جلد چہارم ص65، از خدام الاحمدیہ پاکستان)

آنے والی نسلوں کی اصلاح کی فکر

’’یاد رکھو کہ تمہارا یہی فرض نہیں کہ اپنی اصلاح کرو بلکہ یہ بھی فرض ہے کہ اپنے بعد آنے والی نسلوں کی بھی اصلاح کی فکر رکھو اور ان کو نصیحت کرو تا کہ وہ اگلوں کی فکر رکھیں اور اسی طرح یہ سلسلہ ادائے امانت کا ایک نسل سے دوسری نسل کی طرف منتقل ہوتا

چلا جاوے تا کہ یہ دریائے فیض جو خدا تعالیٰ کی طرف سے جاری ہوا ہے، ہمیشہ جاری رہے اور ہم اس کام کے پورا کرنے والے ہوں جس کے لئے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اس کی اولاد پیدا کی گئی ہے۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ آمین"

(مشعلِ راہ جلد چہارم ص74، از خدام الاحمدیہ پاکستان)

نیک صحبت

"ماں باپ کتنی بھی کوشش کریں کہ ان کا بچہ بداخلاقیوں کے بد اثرات سے محفوظ رہے، جب تک بچہ کی صحبت اور مجلس نیک نہ ہوگی اس وقت تک ماں باپ کی کوشش بچوں کے اخلاق درست کرنے میں کارگر اور مفید ثابت نہیں ہوسکتی۔۔۔ بچپن کی بدصحبت ایسی بد عادات بچے کے اندر پیدا کر دیتی ہے کہ آئندہ عمر میں ان کا ازالہ ناممکن ہو جاتا ہے۔"

(الازہار لذوات الخمار، از لجنہ اماء اللہ پاکستان ص 160)

بہت احتیاط کی ضرورت ہے

"میں احمدی ماؤں کو خصوصیت سے اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے ننھے ننھے بچوں میں خدا پرستی کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہیں۔ وہ انہیں لغو، مخرب اخلاق اور بے سرو پا کہانیاں سنانے کی بجائے نتیجہ خیز، مفید اور دیندار بنانے والے قصّے سنائیں۔ اُن کے سامنے ہرگز کوئی ایسی بات چیت نہ کریں جس سے کسی بد خُلق کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔۔۔ اپنے بچوں کو کبھی آوارہ نہ پھرنے دو۔ ان کو آزاد نہ ہونے دو کہ حدود اللہ کو توڑنے لگیں۔ ان کے کاموں کو انضباط کے اندر رکھو۔ اپنے ننھے بچوں کو اپنی نوکرانیوں کے سپرد کر کے بالکل بے پرواہ نہ ہو جاؤ کہ بہت سی خرابیاں صرف اسی ابتدائی غلطی سے پیدا ہوتی ہیں۔

ماں اپنے بچے کو باہر بھیج کر خوش ہوتی ہے کہ مجھے کچھ فرصت مل گئی ہے لیکن اسے کیا معلوم ہے کہ میرا بچہ کن کن صحبتوں میں گیا اور مختلف نظاروں سے اس نے اپنے اندر کیا برے نقش لئے جو اس کی آئندہ زندگی کے لئے نہایت ضرر رساں ہو سکتے ہیں۔ پس احتیاط کرو کہ اِس وقت کی تھوڑی سی احتیاط بہت سے آنے والے خطروں سے بچانے والی ہے۔ خود نیک بنو اور خدا پرست بنو کہ تمہارے بچے بھی بڑے ہو کر نیک اور خدا پرست ہوں۔"

(الفضل قادیان 10۔ ستمبر 1913ء)

تین بنیادی عادات

"محنت کی عادت، سچ کی عادت اور نماز کی عادت ان (بچوں) میں پیدا ہو جائے۔ اگر یہ تین عادتیں ان میں پیدا کر دی جائیں تو یقیناً جوانی میں ایسے بچے بہت کارآمد اور مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ پس بچوں میں محنت کی عادت پیدا کی جائے، سچ بولنے کی عادت پیدا کی جائے اور نمازوں کی باقاعدگی کی عادت پیدا کی جائے۔ نماز کے بغیر اسلام کوئی چیز نہیں۔ اگر کوئی قوم چاہتی ہے کہ وہ اپنی آئندہ نسلوں میں اسلامی روح قائم رکھے تو اس کا فرض ہے کہ اپنی قوم کے ہر بچہ کو نماز کی عادت ڈالے۔"

(مشعلِ راہ جلد چہارم ص61، از خدام الاحمدیہ پاکستان)

بچوں کو نماز باجماعت کا پابند کرو

"پس نماز باجماعت کی عادت ڈالو اور اپنے بچوں کو بھی اس کا پابند بناؤ۔ کیونکہ بچوں کے اخلاق اور عادات کی درستی اور اصلاح کے لئے میرے نزدیک سب سے زیادہ ضروری امر نماز باجماعت ہی ہے۔ مجھے اپنی زندگی میں اتنے لوگوں سے ملنے اور مختلف حالات کی جانچ پڑتال کا موقع ملا ہے اور ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے میری طبیعت کو ایسا حساس بنایا ہے کہ سو سال کی عمر پانے والے بھی اپنی عمر کے تجربوں کے بعد دنیا کی اونچ نیچ اور اچھے برے کو اتنا محسوس نہیں کر سکتے جتنا میں محسوس کرتا ہوں۔ اور میں نے اپنے تجربہ میں نماز باجماعت سے بڑھ کر اور کوئی چیز نیکی کے لئے ایسی مؤثر نہیں دیکھی۔ سب سے بڑھ کر نیکی کا اثر کرنے والی نماز باجماعت ہی ہے۔ اگر میں اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ کی پوری پوری تشریح نہ کر سکوں تو میں اپنا قصور سمجھوں گا ورنہ میرے نزدیک نماز باجماعت کا پابند خواہ اپنی بدیوں میں ترقی کرتے کرتے ابلیس سے بھی آگے نکل جائے پھر بھی میرے نزدیک اس کی اصلاح کا موقع ہاتھ سے نہیں گیا۔ ایک شمّہ بھر اور ایک رائی کے برابر بھی میرے خیال میں نہیں آتا کہ کوئی شخص نماز باجماعت کا پابند ہو اور پھر اس کی اصلاح کا کوئی موقع نہ رہے خواہ وہ کتنا ہی بدیوں میں مبتلا کیوں نہ ہو گیا ہو۔ نیکی کے متعلق نماز کے مؤثر ہونے کا مجھے اتنا کامل یقین ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بھی کہہ سکتا ہوں کہ نماز باجماعت کا پابندہ خواہ کتنا ہی بد اعمال کیوں نہ ہو گیا ہو اس کی ضرور اصلاح ہو سکتی ہے اور وہ ضائع نہیں ہوتا۔ اور میں شرح صدر سے کہہ سکتا ہوں کہ آخری وقت تک اس کے لئے اصلاح کا موقع ہے مگر وہ نماز باجماعت کا پابند اس رنگ میں ہو کہ اس کو اس میں لذت اور سرور حاصل ہو۔"

(تفسیر کبیر جلد نمبر 7 صفحہ نمبر 652)

بچوں کے خونی اور قاتل

"بڑا آدمی اگر خود باجماعت نماز نہیں پڑھتا تو وہ منافق ہے۔ مگر وہ لوگ جو اپنے بچوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کی عادت نہیں ڈالتے وہ ان کے خونی اور قاتل ہیں۔ اگر ماں باپ بچوں کو نماز باجماعت کی عادت ڈالیں تو کبھی ان پر ایسا وقت نہیں آ سکتا کہ یہ کہا جا سکے کہ ان کی اصلاح ناممکن ہے اور وہ قابلِ علاج نہیں رہے۔"

(الازہار لذوات الخمار، مرتبہ حضرت سیدہ مریم صدیقہ 168)

نتیجہ ضرور نکلے گا

"نماز روحانی جسم کی اصلاح کا ایک ذریعہ ہے۔ جس طرح ایک بیمار جسم محض یہ کہہ کر موت سے بچ نہیں سکتا کہ وہ بیمار ہے اور بیمار ہونے کی وجہ سے وہ روٹی نہیں کھا سکتا۔ اسی طرح ایک روحانی جسم بھی یہ کہہ کر موت سے نہیں بچ سکتا کہ وہ بیمار ہے اور نماز نہیں پڑھ سکتا۔ باوجود اس کے کہ ایک شخص بیمار ہے اور کھانا نہیں کھا سکتا، مثلاً اس کے گلے میں ورم ہو گیا ہے یا جبڑا جُڑ گیا ہے یا معدہ غذا کو اپنے اندر رکھ نہیں سکتا یا غذا کو انتڑیوں کی طرف دھکیل دیتا ہے یا منہ کی طرف سے باہر پھینک دیتا ہے یا کوئی رسولی پیدا ہو گئی ہے یا سرطان ہو گیا ہے اور غذا معدہ میں ٹھہرتی نہیں بلکہ قے ہو جاتی ہے یا غذا معدہ کے اندر جاتی نہیں یا انتڑیوں میں غذا ٹھہرتی نہیں یا پچتی نہیں۔ پھر بھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ مرے گا نہیں۔ اس لئے کہ روٹی کے بغیر انسانی جسم بچ نہیں سکتا۔ اسی طرح باوجود اس کے کہ ایک شخص کسی عذر کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتا وہ مرے گا۔ بعض لوگ عدم فرصت کی وجہ سے یہ خیال کر لیتے ہیں کہ چونکہ وجہ جائز ہے اس لئے نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ حالانکہ ان کا یہ خیال درست نہیں۔ وجہ جائز ہو یا ناجائز نتیجہ ضرور نکلے گا۔"

(تفسیر کبیر جلد نمبر 7 صفحہ نمبر 651)

بچوں کو خوش مزاج بنائیں

"بچوں کو خوش اخلاق بنانا چاہئے۔ خوش مزاج بنانا چاہئے۔ پھر اچھے اخلاق میں تحمل مزاجی بھی ہے۔ تو بچپن سے ہی ماں باپ کو اس طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ بعض چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں جن کو اگر نہ کیا جائے تو بچوں کو جو رونے کی اور ہر وقت بلاوجہ ریں ریں کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے، وہ ختم ہو جاتی ہے۔ مثلاً بچہ کے دودھ یا کھانے کا وقت ہے، ماں کام کر رہی ہے، بچہ دودھ یا کھانا مانگتا ہے، ماں کہتی ہے ٹھہرو، میں یہ کام ختم کرلوں، تمہیں دیتی ہوں۔ اب بچہ شاید دو منٹ تو صبر کر لے پھر وہ رونا شروع ہو جائے گا۔ بعض دفعہ اتنی چیخم دوڑ ہوتی ہے کہ لگتا ہے کہ آفت آ گئی ہے۔ تو پھر جب دو تین دفعہ اس طرح ہو تو بچہ سمجھ جاتا ہے کہ اب میں نے جو چیز بھی مانگنی ہے، جو کام بھی کرنا ہے اور جو کام کروانا ہے، بغیر روئے کے نہیں ہوسکتا۔ اس طرح بچہ کے اخلاق پر آہستہ آہستہ اثر ہو رہا ہوتا ہے اور وہ غیر محسوس طریقہ سے غصہ اور ضد کے اثر میں پروان چڑھ رہا ہوتا ہے۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ 20 ستمبر 2004ء ص3)

عدمِ تربیت تباہی لاتی ہے

"جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ کی قوت قدسیہ سے اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور لاکھوں نیک لوگ پیدا کئے۔ لیکن دوسرے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا کرنا عورت کا کام تھا کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر انسان تھے اور انہوں نے ایک دن فوت ہو جانا تھا۔

پس پہلا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کیا لیکن دوسرا ابو بکر ایک عورت ہی پیدا کر سکتی تھی۔ پہلا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کیا لیکن دوسرا عمر ایک عورت ہی پیدا کر سکتی تھی۔ پہلا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کیا لیکن دوسرا عثمان ایک عورت ہی پیدا کر سکتی ہے۔ پہلا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کیا لیکن دوسرا علی ایک عورت ہی پیدا کر سکتی ہے۔ اور جب انہوں نے پیدا نہ کیا تو نتیجہ یہ ہوا کہ تباہی آ گئی۔ عدل جاتا رہا۔ انصاف قائم نہ رہا اور چاروں طرف ظلم ہی ظلم ہونے لگا۔ آخر مسلمانوں کی اگلی نسل کیوں بگڑی؟ کیا ان کے بگاڑنے کے لئے جہنم سے شیطان آئے تھے؟ وہ اس لئے بگڑے کہ عورتوں نے اپنی ذمہ داری نہ سمجھی اور انہوں نے اپنی اولاد کو ایسی تعلیم نہ دی جس کے ماتحت وہ اپنے والدین کے نقش قدم پر چلنے والے ہوتے۔"

(الازہار لذوات الخمار حصہ دوم از حضرت سیدہ مریم صدیقہ صفحہ 96-97)

بُری عادت سے ٹوکنا چاہیئے

"مجھے ایک دوست کا احسان اپنی ساری زندگی میں نہیں بھول سکتا اور میں جب بھی اس دوست کی اولاد پر مشکل پڑی دیکھتا ہوں تو میرے دل میں ٹیس اٹھتی ہے اور ان کی بہبود کے لئے دعائیں کیا کرتا ہوں۔ 1903ء کی بات ہے جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مولوی کرم دین والے مقدمہ کی پیروی کے لئے گورداسپور میں مقیم تھے۔ وہ دوست جن کا میں ذکر کر رہا ہوں، مراد آباد یو۔پی کے رہنے والے تھے اور فوج میں رسالدار میجر تھے۔ محمد ایوب ان کا نام تھا۔ وہ حضرت مسیح موعودؑ سے ملنے کے لئے گورداسپور آئے تھے۔ انہوں نے دو باتیں ایسی کیں جو میرے لئے ہدایت کا موجب ہوئیں۔ دلّی میں رواج تھا کہ بچے باپ کو تم کہہ کر خطاب کرتے تھے۔ اسی طرح بیوی خاوند کو تم کہتی۔ لکھنؤ وغیرہ میں "آپ" کے لفظ سے مخاطب کرتے ہیں۔ گھر میں ہمیشہ تم کا لفظ سنتے رہنے سے میری عادت بھی تم کہنے کی ہوگئی تھی۔ یوں تو میری عادت تھی کہ میں حتّی الوسع حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کرنے سے کتراتا تھا لیکن اگر ضرورت پڑ جاتی اور مجبوراً مخاطب کرنا پڑتا تو تم کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔ چنانچہ مجھے اس دوست کی موجودگی میں آپؑ سے کوئی بات کرنی پڑی اور میں نے تم کا لفظ استعمال کیا۔ یہ سن کر اس دوست نے مجھے بازو سے پکڑ لیا اور مجلس سے ایک طرف لے گئے اور کہا "میرے دل میں آپ کا بڑا ادب ہے لیکن یہ ادب ہی چاہتا ہے کہ آپ کو آپ کی غلطی سے آگاہ کروں۔ اور وہ یہ ہے کہ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کرتے وقت کبھی بھی تم کا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہیئے بلکہ آپ کے لفظ سے مخاطب کریں ورنہ آپ نے پھر یہ لفظ بولا تو جان لے لوں گا۔" مجھے تو تم کا لفظ استعمال کرتے رہنے کی وجہ سے تم اور آپ میں کوئی فرق محسوس نہ ہوتا تھا بلکہ میں آپ کی نسبت تم کے لفظ کو زیادہ پسند کرتا تھا اور حالت یہ تھی کہ آپ کا لفظ بولتے ہوئے مجھے بوجہ عادت نہ ہونے کے شرم سے پسینہ آجاتا تھا۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ آپ کہنا جرم ہے۔ مگر اس دوست کے سمجھانے کے بعد میں آپ کا لفظ استعمال کرنے لگا اور ان کی اس نصیحت کا اثر اب تک میرے دل میں موجود ہے۔"

(سوانح فضل عمرؓ جلد اول ص 90-91)

غلط روش کی نشان دہی

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچوں کی تربیت کے لئے غلط روش کی نشان دہی کو ضروری قرار دیتے ہوئے اپنا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

"میں نے لاہور آنے پر یہاں بعض لڑکوں کو نکٹائی لگاتے دیکھا اور میں نے بھی شوق سے ایک نکٹائی خرید لی اور پہننی شروع کر دی۔ گورداسپور میں ایک دوست میجر محمد ایوب صاحب مرحوم مجھے پکڑ کر ایک طرف لے گئے اور کہنے لگے 'آج آپ نے نکٹائی پہنی ہے تو کل ہم کنچنیوں کا تماشا دیکھنے لگ جائیں گے کیونکہ ہم نے تو آپ سے سبق سیکھنا ہے۔ جو قدم آپ اٹھائیں گے ہم بھی آپ کے پیچھے چلیں گے' یہ کہہ کر انہوں نے مجھ سے نکٹائی مانگی اور میں نے اتار کر ان کو دے دی۔"

(سوانح فضل عمر جلد اول ص 19)

غلطی کی اصلاح کی کوشش

"لوگ ابتداء میں اپنی اولادوں کی تربیت کی فکر نہیں کرتے اور اگر کوئی کہے تو اس سے لڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور ہر شخص اپنے لڑکے کو معصوم سمجھتا ہے۔ دوسرے کے لڑکے کے متعلق تو وہ کوئی بات سن بھی لیتا ہے لیکن اپنے لڑکے کے متعلق کوئی بات نہیں سن سکتا۔ بلکہ اگر کوئی کہے تو الٹا اسے ڈانٹنا شروع کر دیتا ہے کہ آپ پہلے اپنے بچے کی خبر لیں۔۔۔ بجائے اس کے کہ وہ خوش ہوں کہ کسی نے میرے لڑکے کی بیماری کا پتہ دے دیا ہے، اُلٹا لڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ طریق نہایت نامناسب ہے۔ ہماری جماعت کے ہر شخص کا فرض ہے کہ بچوں اور نوجوانوں کے اخلاق کی درستی کے لئے کوشاں رہے۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ 17۔ستمبر 1961ء)

نونہالانِ جماعت کو نصائح

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جماعت کے بچوں کی تربیت کے لئے اشعار اور نظم کی صورت میں جو نصائح فرمائیں وہ آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ ان میں سے ایک ایک شعر اپنے اندر نصیحت و اخلاص کے سبق لئے ہوئے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان نمونوں اور ہدایات وارشادات کے مطابق اپنی اور اپنی نسلوں کی تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پسر موعود

بارگاہِ ایزدی میں مہدئ آخر زماں
گڑگڑائے عظمت اسلام ہو یا رب عیاں
تھی ندا غیبی ملے گا تجھ کو رحمت کا نشاں
ایک بیٹا یعنی تقدیسِ حَرَم کا پاسباں
گھر میں عیسیٰ کے ہوا پیدا وہی موعود دیکھ!
حاملِ اوصافِ کاملِ طفلِ نومولود دیکھ!
جس کی منزل آسمانوں سے پرے مقصود ہے
جس کے بازو میں کوئی پروازِ لامحدود ہے
بُت کدہ جس کی نگاہوں نے کیا نابود ہے
غزنوی محمود سے بڑھ کر مرا محمود ہے
جس نے ہے یاجوج اور ماجوج کو پسپا کیا
ایستادہ جس کی ہیں تائید میں ارض و سما
اے بشیرالدین، اے محمود، اے فضل عمر!
تُو ہے اسمِ بامسمّٰی اے ہمارے راہبر!
ہے مقابل دشمنِ دیں کے تُو مثلِ شیر نر!
ہوگئے ایوانِ باطل آج پھر زیر و زبر
بوم کتنی دیر ٹھہرے گا ہُما کے سامنے!
سر تو جھکوا دے گا شیطاں کا خدا کے سامنے
کس قدر حق نے عطا کی ہے تجھے عقلِ سلیم
دم بخود ہیں تیرے آگے آج یونانی حکیم
باغِ ہستی میں ہے تیری موجِ دم بادِ نسیم
آرزوئے دید ہے تجھ کو سدا مثلِ کلیم
ہے تجلّی نُور کی یہ پیکرِ خاکی ترا
مظہرِ قدرت ہے تُو انداز افلاکی ترا
سازِ فطرت تُو بجاتا ہے عجب انداز سے!
زیروبم میں نے لئے ہیں تیرے سوز و ساز سے!
ہائے دشمن ہیں کہاں واقف بھلا اِس راز سے!
مُردے زندہ ہو گئے تیرے لَبِ اعجاز سے!
نکتہ چیں کوتہ نظر دیکھے گا کیا پرواز کو؟
اہلِ دل ہی جانتے ہیں تیرے دل کے راز کو!

(عبد السلام اسلام)

(لقمان احمد کشور۔لندن)

اے فضل عمرؓ تجھ کو جہاں یاد کرے گا

"اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا"

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ جیسی عظیم الشان ہستی کی اس دنیا میں تشریف آوری کی خبر امام آخرالزماں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک عظیم الشان پیشگوئی میں دی گئی تھی جو اپنے اندر اس آنے والے وجود کی کئی خوبیاں بیان کر رہی تھی۔ کہیں تو اس وجود کی ذات بابرکات کے متعلق یہ منادی تھی کہ "اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا" اور کہیں اس کی ذہانت اور فہم کا اعلان کرتے ہوئے یہ خبر دی جا رہی تھی کہ وہ "علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا"۔ گویا اس فرزند دلبند گرامی ارجمند کا آنا کوئی معمولی نہ تھا بلکہ اس کا نزول بہت مبارک ہونا تھا اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہونا تھا گویا وہ نور کی آمد تھی نور کی۔

حضرت مصلح موعودؓ اس پیشگوئی کے ضمن میں فرماتے ہیں:

"خدا نے مجھے اس غرض کے لئے کھڑا کیا ہے کہ میں محمد رسول اللہﷺ اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں۔ اور اسلام کے مقابلہ میں دنیا کے تمام باطل ادیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں"۔

پھر فرمایا:

"خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے ان کے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیامیٹ کر دے گا۔ اور خدا میرے ذریعہ سے یا میرے شاگردوں اور اتباع کے ذریعہ سے اس پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنے کے لئے رسول کریم کے نام کے طفیل اور صدقے اسلام کی عزت کو قائم کرے گا اور اس وقت تک دنیا کو نہیں چھوڑے گا جب تک اسلام پھر اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا میں قائم نہ ہوجائے۔"

نیز فرمایا:

"یہ وہ آواز ہے جو زمین و آسمان کے خدا کی آواز ہے۔ مشیت وہ ہے جو زمین و آسمان کے خدا کی مشیت ہے۔ یہ سچائی نہیں ٹلے گی نہیں ٹلے گی اور نہیں ٹلے گی اور اسلام دنیا پر غالب آ کر رہے گا"۔

(الموعود صفحہ 210)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکملؓ نے آپ کی بچپن کی ایک تقریر سن کر جو الفاظ کہے وہ پیش خدمت ہیں۔ آپؓ فرماتے ہیں:

"برج نبوت کا روشن ستارہ، اوج رسالت کا درخشندہ گوہر محمود سلمہ اللہ الودود شرک پر تقریر کرنے کے لئے کھڑا ہوا، میں ان کی تقریر خاص توجہ سے سنتا رہا۔ کیا بتاؤں، فصاحت کا ایک سیلاب تھا جو پورے زور سے بہہ رہا تھا۔ واقعی اتنی چھوٹی سی عمر میں خیالات کی پختگی اعجاز سے کم نہیں۔۔۔"

ذیل میں چند ایسے ہی واقعات پیش ہیں جن سے حضرت مصلح موعودؓ کی شخصیت مزید نمایاں ہو کر چمکتی ہے:

دوسرے مذاہب کے رہنماؤں کا ادب

مکرم صوفی بشارت الرحمٰن صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"(ڈلہوزی کے قیام کے دوران) ایک دن خاکسار، مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب اور صاحبزادہ میاں عباس احمد صاحب سیر کرتے ہوئے ڈلہوزی کے ایک راؤنڈ پر جا رہے تھے کہ سامنے دیکھا کہ فرقہ رادھا سوامی کے گرو سردار ساون سنگھ صاحب اپنے فرقہ کی گرنتھ کا درس دے رہے ہیں۔ ہم نے سوچا کہ ہم بھی یہ گرنتھ سنیں تا معلوم ہو کہ یہ فرقہ کیا ہے؟ اس کے کیا عقائد ہیں؟ ہم بھی مکان کے اندر چلے گئے اور ان کا درس سننے لگے۔ درس کے دوران گرو صاحب نے حضرت نوحؑ کے بارے میں نامناسب الفاظ استعمال کئے کیونکہ بائبل میں انبیاء کے متعلق کئی نامناسب باتیں پائی جاتی ہیں...... اس پر خاکسار کھڑا ہو گیا اور گرو صاحب کو کہا کہ ...... حضرت نوحؑ خدا کے ایک مقدس رسول تھے ان کے بارے میں اس رنگ میں ذکر مناسب نہیں تھا اس پر گرو صاحب نے کہا تم کس حیثیت سے اعتراض کر رہے ہو؟ پھر کہنے لگے "تو اندر گیا ویں؟" یعنی کیا تم اندر گئے ہو؟ بعد میں معلوم ہوا کہ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ کیا تم کشف وغیرہ کا روحانی تجربہ رکھتے ہو؟ لیکن ان کی اس خاص اصطلاح سے خاکسار ناواقف تھا۔ میں نے حیران ہو کر ان کے کمروں کی طرف نظر ڈال کر پوچھا "کیہڑے اندر" اس پر گرو صاحب برافروختہ ہو گئے کہ تم مذاق کرتے ہو...... میں مرزا صاحب کے پاس تمہاری رپورٹ کروں گا۔ اس کے بعد مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب نے اٹھ کر کچھ کہا تو گرو صاحب نے کہا تم کون ہو؟ کیا تم نے تارا دیکھا ہے؟ ابراہیم نے تو تارا دیکھا تھا۔ مولوی صاحب کہنے لگے کہ میں تو روز ہی رات کو تارے دیکھتا ہوں۔ اس پر گرو صاحب پھر ناراض ہو کر کہنے لگے۔ تم بھی مذاق کرتے ہو۔ بیٹھ جاؤ۔ اس پر صاحبزادہ میاں عباس صاحب نے کھڑے ہو کر کہا۔ گرو صاحب! آپ نے فرمایا ہے کہ ہمارے مذہب کے علاوہ دنیا کا کوئی اور مذہب ہمیں روحانیت کا راستہ نہیں دکھاتا۔ حالانکہ قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ وہ کامل روحانیت کا راستہ دکھاتا ہے۔ گرو صاحب نے انہیں بھی کچھ کہنے کی اجازت نہ دی اور ہم اس مجلس سے اٹھ کر آ گئے۔

اگلے دن جمعہ تھا۔ ہمیں یہ خیال نہیں تھا کہ گرو صاحب سچ مچ حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں ہماری شکایت کریں گے۔ پتہ اس وقت لگا جب حضورؓ نے ہم تینوں پر خطبہ میں ناراضگی کا اظہار شروع کر دیا۔ فرمایا کہ یہ ان کا مذہبی درس تھا۔ ان کا کیا حق تھا کہ وہ ان کی محفل میں جا کر اعتراضات کرتے وہ کوئی پبلک جلسہ تو نہیں تھا...... جمعہ ختم ہوا تو مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب مجھے کان میں کہنے لگے کہ بشارت صاحب! یہ تو خطبہ جمعہ تھا۔ اب دیکھنا کہ ہمارا کیا حال ہوتا ہے۔ بس تیار ہو جاؤ۔ میں نے انہیں کہا کہ حضورؓ نے سب سے پہلے آپ کی طرف رخ کرنا ہے۔ بس اس وقت حضور کا رخ میری طرف کر دیں۔ اتنے میں حضور نے فوراً ہی مولوی نورالحق صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آخر آپ کو کیا ہو گیا تھا کہ آپ ان کے درس میں مخل ہوئے؟ مولوی صاحب نے کہا کہ یہ بشارت صاحب آپ کو ساری بات سنا دیں گے۔ فرمایا کہ اچھا اپنا ماجرا سناؤ۔ کیا ماجرا ہوا تھا؟ میں نے من وعن سارا واقعہ سنانا شروع کر دیا۔ جب میں نے یہ بیان کیا کہ مجھ سے پوچھا تھا۔ "تو اندر گیا ویں" تو میں نے ان کے کمروں کی طرف دیکھنا شروع کر دیا اور کہا کہ کیہڑے اندر؟ اس پر حضورؓ کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ پھر فرمانے لگے کہ یہ ان کا خاص محاورہ ہے۔ ان کی یہ مراد تھی کہ کشف وغیرہ کا تمہیں تجربہ ہے؟ اب میرا مطلب حل ہو چکا تھا۔ میں صرف حضور کا (Mood) بدلنا چاہتا تھا...... فرمانے لگے کہ ان کا کوئی نوجوان میرے درس میں آ کر اعتراضات کرنے لگے تو بتاؤ تمہارا ردعمل کیا ہو گا؟ خاکسار نے عرض کیا کہ حضور! آئندہ ایسی غلطی انشاء اللہ نہیں ہو گی۔ اس پر حضورؓ نے ہمیں رادھا سوامی مذہب کی تفصیل بتانی شروع کی"۔

(خالد فروری 91ء صفحہ 40)

پھر مجھے تمام رات جاگنا پڑے گا

قادیان دارالامان کا واقعہ ہے۔ بٹالہ میں احمدی اور غیر احمدی علماء کا مناظرہ تھا...... بٹالہ میں جماعت احمدیہ کی مخالفت بہت تھی اس لئے دیگر قریبی جماعتوں کے احمدی احباب مناظرہ میں شمولیت کی غرض سے بٹالہ پہنچے ہوئے تھے۔ گرمی کے ایام تھے۔ اہل بٹالہ نے حسب عادت بڑھ چڑھ کر مخالفت کی اور دکانداروں کو احمدی احباب کو کھانے پینے کی چیزیں دینے سے روک دیا گیا۔ رات عشاء کی نماز کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کو قادیان میں رپورٹ پہنچی کہ بٹالہ میں جماعت کے دوست باغ میں مقیم ہیں اور انہیں کھانا نہیں ملا۔ یہ خبر سنتے ہی حضورؓ بے چین ہو گئے۔ ابھی آپ نے خود بھی کھانا نہ کھایا تھا اسی وقت محترم مولانا مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل جو مقامی جماعت کے پریذیڈنٹ تھے، کو بلایا۔ مکرم ملک محمد عبداللہ صاحب فاضل بھی ساتھ تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب ہم بیت مبارک کی بالائی چھت پر پہنچے تو حضور بڑے اضطراب میں ٹہل رہے تھے۔ ہمیں دیکھتے ہی حضور نے محترم مولوی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ابھی رپورٹ ملی ہے کہ بٹالہ میں اپنے دوستوں کو کھانے کی تکلیف ہے۔ ہم نے حضور کے اس ارشاد کو اچھی طرح نہ سمجھتے ہوئے عرض کیا کہ حضور! صبح ہوتے ہی اس کا انتظام کر دیا جائے گا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر مجھے تمام رات جاگنا پڑے گا۔ ان الفاظ کو سنتے ہی ہمیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور عرض کیا کہ حضور! ابھی انتظام کرتے ہیں۔ اس وقت رات کے دس بجے تھے۔ ساری رات انتظام کیا گیا۔ احباب کو بٹالہ میں حضور کے اس اضطراب کا علم ہوا تو عجیب کیفیت تھی۔ محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے اسی وقت جیپ کار کو جو سامان لے کر گئی تھی قادیان واپس کیا تا حضورؓ کو اطلاع کی جائے۔ دوسرے دن علم ہوا کہ حضورؓ رات کو ہماری رپورٹ کا انتظار ہی فرما رہے تھے اور اس رپورٹ کے بعد ہی آپ نے کھانا کھایا"۔ (الفضل 26 مارچ 1966ء)

وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا

مکرم ملک حبیب الرحمٰن صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز تحریر فرماتے ہیں:-

’’شجاع آباد میں کئی دفعہ مشہور احراری لیڈر قاضی احسان احمد صاحب جو اس وقت نوعمر تھے، میرے پاس آیا کرتے تھے۔ دو تین دفعہ انہوں نے کہا کہ آپ کے خلیفہ صاحب اس قدر ذہین ہیں اور ان کا دماغ اتنا اعلیٰ ہے کہ ہماری سکیمیں فیل کر دیتے ہیں‘‘۔

(الفضل 20مارچ 1966ء)

ایک تاریخی عہد

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:-

’’حضرت مسیح موعودؑ کے آخری لمحے تھے اور آپؑ کے گرد مرد ہی مرد تھے...... میں وہاں کھڑا ہوا اور میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنی آنکھ کھولتے اِدھر اُدھر پھیرتے اور پھر بند کر لیتے...... کئی دفعہ آپؑ نے اسی طرح کیا۔ آخر آپ نے زور لگا کر...... سرہانے کی طرف دیکھا۔ نظر گھومتے گھومتے جب آپ کی نظر میرے چہرے پر پڑی تو مجھے اس وقت ایسا محسوس ہوا جیسے آپ میری ہی تلاش میں تھے اور مجھے دیکھ کر آپ کو اطمینان ہوگیا۔ اس کے بعد آپؑ نے آنکھیں بند کر لیں آخری سانس لیا اور وفات پا گئے۔ آپؑ کی وفات کے معاًبعد کچھ لوگ گھبرائے کہ اب کیا ہوگا؟ اس طرح بعض اور لوگ مجھے پریشان حال دکھائی دیئے اور میں نے ان کو یہ کہتے سنا کہ اب جماعت کا کیا حال ہوگا؟ تو مجھے یاد ہے گو میں اس وقت انیس (19) سال کا تھا مگر میں نے اسی جگہ حضرت مسیح موعودؑ کے سرہانے کھڑے ہو کر کہا:

’’اے خدا! میں تجھ کو حاضر و ناظر جان کر تجھ سے سچے دل سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ تو نے نازل فرمایا ہے۔ میں اس کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلاؤں گا‘‘۔

(سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 178)

حضورؓ کو الٰہی علم تفسیر عطا ہونا

’’میں ابھی چھوٹا ساتھا کہ میں نے رویا میں دیکھا کہ جیسے کوئی کٹورہ ہوتا ہے...... اس میں سے ٹن کی آواز آئی پھر وہ آواز پھیلنی شروع ہوئی پھر مجسم ہوئی پھر وہ ایک فریم بن گئی پھر اس میں ایک تصویر بنی پھر وہ تصویر متحرک ہوگئی اور اس میں سے ایک وجود نکل کر میرے سامنے آیا اور اس نے کہا میں خدا تعالیٰ کا فرشتہ ہوں اور میں آپ کو سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھانے آیا ہوں۔ میں نے کہا سکھاؤ۔ اس نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر مجھے سکھانی شروع کی۔ جب وہ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ پر پہنچا تو کہنے لگا کہ آج تک جتنی تفسیریں لکھی گئی ہیں وہ اس آیت سے آگے نہیں بڑھیں۔ کیا میں آپ کو آگے بھی سکھاؤں؟ میں نے کہا ہاں! چنانچہ اس نے مجھے اگلی آیات کی بھی تفسیر سکھا دی۔ جب میری آنکھ کھلی تو اس وقت فرشتہ کی سکھائی ہوئی باتوں میں سے کچھ باتیں مجھے یاد ہیں مگر میں نے ان کو نوٹ نہ کیا دوسرے دن حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے میں نے اس رویا کا ذکر کیا اور یہ بھی کہا کہ مجھے کچھ باتیں یاد ہیں مگر میں نے ان کو نوٹ نہ کیا اور اب وہ میرے ذہن سے اتر گئی ہیں۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ پیار سے فرمانے لگے کہ آپ ہی تمام علم لے لیا کچھ یاد رکھتے تو ہمیں بھی سناتے۔ یہ رویاء اصل میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بیج کے طور پر میرے دل اور دماغ میں قرآنی علوم کا ایک خزانہ رکھ دیا ہے۔ چنانچہ وہ دن گیا اور آج کا دن آیا کبھی کسی ایک موقعہ پر بھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے سورۃ فاتحہ پر غور کیا ہو یا اس کے متعلق کوئی مضمون بیان کیا ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئے سے نئے معارف اور نئے سے نئے علوم مجھے عطا نہ فرمائے گئے ہوں۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ 78)

تفسیر کبیر بھی بلامعاوضہ حاصل نہ کی

آپ نے تفسیر کبیر پر دن رات محنت کی اور پھر اس کی اشاعت کے لئے ہزاروں روپیہ اپنی طرف سے عطا فرمایا۔ اس کے باوجود بھی آپ نے ایک نسخہ بھی بلامعاوضہ وصول نہ فرمایا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

’’...... ہر احمدی باپ کا فرض تھا کہ اپنی اولاد کے لئے تفسیر کبیر خریدتا۔ میں نے خود اپنی ہر لڑکی اور ہر لڑکے سے دریافت کیا کہ انہوں نے تفسیر خریدی ہے یا نہیں؟ اور جب تک ان سب نے نہیں خریدی مجھے اطمینان نہیں ہوا۔ میں نے تو خود سب سے پہلے اسے خریدا اور حق تصنیف کے طور پر اس کا ایک نسخہ لینا پسند نہیں کیا کیونکہ میں اس پر اپنا کوئی حق نہ سمجھتا تھا۔ میں نے سوچا کہ مجھے علم خدا تعالیٰ نے دیا ہے۔ وقت بھی اسی نے دیا ہے اور اسی کی توفیق سے میں یہ کام کرنے کے قابل ہوا ہوں۔ پھر میرا اس پر کیا حق ہے؟ اور میرے لئے یہی مناسب ہے کہ خود بھی اسے اسی طرح خریدوں جس طرح دوسرے لوگ خریدتے ہیں ...... یہ تفسیر ایک بہترین تحفہ ہے جو دوست دوست کو دے سکتا ہے۔ ایک بہترین تحفہ ہے جو خاوند بیوی کو اور بیوی خاوند کو دے سکتی ہے۔ باپ بیٹے کو دے سکتا ہے۔ بھائی بہن کو دے سکتا ہے۔ یہ بہترین جہیز ہے جو لڑکیوں کو دیا جاسکتا ہے‘‘۔

(سوانح فضل عمر جلد سوم صفحہ 161)

جماعت سے گہری محبت

مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب (سابق امیر جماعت احمدیہ امریکہ) بیان کرتے ہیں:

’’آپ کو جماعت سے بے پایاں محبت تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب بھی قادیان سے کوئی قافلہ پاکستان کے لئے روانہ ہوتا تو آپ حمائل شریف لے کر برآمدہ میں اس وقت تک ٹہلتے ہوئے تلاوت فرماتے رہتے جب تک اس قافلہ کی حفاظت سے سرحد پار کرنے کی اطلاع نہ آجاتی۔ ان مواقع پر آپ مسلسل دعا کرتے رہتے۔ یہ بات بھی میرے علم میں ہے کہ جب بھی جماعت کسی ابتلا کے دور سے گزر رہی ہوتی تو آپ بستر پر سونا ترک کر کے فرش پر سوتے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس آزمائش کے بادل چھٹنے کا اشارہ ملتا کہ چلو جا کر بستر پر آرام کرو...... میں نے کئی مرتبہ جب جماعت کسی سخت دور سے گزر رہی، ہوتی آپ کو ساری ساری رات بغیر ایک منٹ آرام کئے دیکھا ہے اور آپ کام کرتے کرتے اٹھ کر صبح کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے‘‘

(الفضل 16فروری 2000ء)

سنت نبویؐ کی پیروی کا شوق

اور استادوں کا ادب

حضرت مصلح موعودؓ نے 5 جون 1929ء سے 30 ستمبر 1929ء سفر کشمیر اختیار فرمایا۔ اس دوران ایک روز آپ بذریعہ موٹر حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ اور صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ کو ساتھ لے کر خواجہ کمال الدین صاحب کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے جو نشاط باغ کے آگے سرینگر سے 500 فٹ کی بلندی پر خیمہ میں رہائش پذیر تھے۔ حضورؓ ایک گھنٹہ تک خواجہ صاحب کے پاس تشریف فرما رہے۔ حضور اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اسلامی سنت کو پورا کرنے کے لئے اور اس وجہ سے کہ میں چھوٹا تھا اور مدرسہ میں پڑھتا تھا خواجہ صاحب نے تین چار دن مجھے حساب پڑھایا تھا اور اس طرح وہ میرے استاد ہیں۔ میں ان کی عیادت کے لئے گیا تھا موقع کے لحاظ سے ان کی بیماری کے متعلق باتیں ہوتی رہیں۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 161)

مظلومین کشمیر کی فوری اعانت

ایک مشہور لیڈر مفتی ضیاء الدین صاحب ضیاء سابق مفتی اعظم پونچھ اپنے منظوم کتابچہ ’’نوحہ کشمیر‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’آغازِ تحریک آزادی کشمیریوں کی طرف سے زعماء ہندوستان کی خدمت میں خطوط بھیجے گئے جن میں ڈاکٹر علامہ سر محمد اقبال صاحب (شاعر مشرق)، جناب شیخ صادق حسین صاحب امرت سری، امام جماعت احمدیہ اور خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی شامل ہیں اور کہا گیا کہ مظلوموں کی مدد کیجئے۔ (امام جماعت احمدیہ کے سوا) سب کی طرف سے یہ جواب آیا کہ آپ نے ایسے خطرناک کام میں کیوں ہاتھ ڈالا اور بس۔ صرف امام جماعت احمدیہ کی طرف سے یکمشت ایک خطیر رقم مظلومین کشمیر کی امداد کے لئے موصول ہوگئی۔‘‘

ایک مظلوم کی بروقت امداد

مکرم نور الدین صاحب ولد مفتی ضیاء الدین صاحب آف سرینگر کا بیان ہے کہ مس عشبی انچارج سوپر مشن نے مجھ پر دعویٰ کیا کہ میرے نابالغ بھائی شمس الدین اور میری ہمشیرہ عائشہ کی (جو اب بالغ ہو چکی ہے) وہ میرے والد صاحب مرحوم کی کسی وصیت کی رو سے گارڈین ہے۔ حالانکہ قبل از وفات میرے والد صاحب اس وصیت کو منسوخ کر چکے تھے۔ میں علماء گدی نشینوں اور لیڈروں کے پاس امداد کے لئے گیا لیکن کسی نے میری مدد نہ کی۔ اور عیسائیوں نے بذریعہ عدالت میرے چھوٹے بھائی پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد

عیسائیوں نے میری ہمشیرہ کے حصول کے لئے کوشش کی۔ جب میں نے سب طرف سے اپنے آپ کو بے یارومددگار پایا تو میں نے اس کسمپرسی کی حالت میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کے حضور امداد کے لئے درخواست کی۔ گو میں سنّی ہوں اور جماعت احمدیہ کے خیالات وعقائد سے متفق نہیں لیکن انہوں نے بروقت امداد فرمائی اور بذریعہ ایڈیٹر ''اصلاح'' مقدمہ کا خرچہ ارسال فرمایا......عیسائیوں کی اپیل خارج ہوگئی۔ اس جگہ میں اسلامی تعلیم کے مطابق اپنے محسن امام جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کرنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ انہوں نے ایک بے بس اور مظلوم کی بروقت امداد فرمائی۔''

(تاریخ احمدیت جلد نمبر 6 صفحہ 443 وصفحہ 631)

اب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کی زندگی کا ایک اجمالی خاکہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے پیشگوئی میں جو خبر دی تھی خدا تعالیٰ ہمیشہ ان خبروں کو پورا کرنے کے لئے آپ کی تائید فرماتا رہا۔ وہ ہر لحظہ آپ کے ساتھ رہا۔

اجمالی خاکہ

100 کے قریب علمی، تربیتی اور روحانی تحریکات

311 خانہ ہائے خدا کی بیرونی ممالک میں تعمیر۔
46 ممالک میں احمدیہ مشن ہاؤسز کا قیام۔
164 واقفین زندگی کو بیرون ممالک دعوت الی اللہ کے لئے بھجوانا۔
16 زبانوں میں تراجم قرآن کی اشاعت۔
24 ممالک میں 74 تعلیمی مراکز کا قیام
28 دینی مدرسوں اور 17 ہسپتالوں کا قیام
225 کتب و رسائل کی تصنیف
10 ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی قرآنی تفسیر وتشریح

علم و دانش پر محیط آپ کی تقاریر وتصانیف کو اگر کیٹیگری کے اعتبار سے دیکھا جائے تو وہ کچھ یوں بنتی ہیں:

☆ دینی و مذہبی تصانیف
☆ دعوت الی اللہ اور اصلاح واخلاق سے متعلقہ کتب وتقاریر
☆ سیاسی، اقتصادی، عمرانی مسائل پر ارشادات و خطابات
☆ تاریخی اور سوانحی تصانیف
☆ دہریت اور عیسائیت کے بارے میں تصانیف
☆ ہندومت، آریہ دھرم اور سکھ پنتھ کے بارہ میں تصانیف
☆ فلسفیانہ تصانیف
☆ تصوف اور الہامات سے متعلقہ تصانیف
☆ مخالفین رسول ﷺ کے اعتراضات اور جوابات
☆ تحریک کشمیر پر اور خواتین کے مسائل پر تقاریر وتصانیف
☆ قیام واستحکام پاکستان کے بارہ میں ہدایات و رہنمائی۔

ان موضوعات پر کتابوں کی مختصر فہرست کچھ اس طرح سے ہے:

ذکر الٰہی، عرفان الٰہی، تقدیر الٰہی، نجات کی حقیقت، ملائکۃ اللہ، حقیقۃ النبوۃ، آئینہ صداقت، منصب خلافت، برکات خلافت، انوار خلافت، تحفۃ الملوک، دعوۃ الامیر، تحفہ شہزادہ ویلز، احمدیت یعنی حقیقی اسلام، صداقتِ اسلام، اسلام میں اختلافات کا آغاز، واقعات خلافت علوی، فرعون موسیٰ، گوشت خوری، نہرو رپورٹ پر تبصرہ، ترک موالات اور احکام اسلام اور ایسی ہی بے شمار دوسری کتب۔

تفسیر کبیر

جہاں تک تفسیر کبیر کا تعلق ہے تو وہ تو علوم ومعارف، حقائق ودقائق، لطائف و نکات اور ادلّہ و براہین کا ایک بحر زخّار ہے۔ اس تفسیر کے مضامین ونکات سرور وکیف اور علم ومعرفت کے ایک اور ہی عالم سے آگہی بخشتی ہے۔

مثلاً ترتیب آیات اور ترتیب سُوَر، من وسلویٰ کی حقیقت، حضرت موسیٰؑ کی ہجرت اور گزرگاہ، اصحاب کہف، اصحاب رقیم، عرش الٰہی کی تشریح، محکمات ومتشابہات، پرانی اقوام کے متعلق نئی تحقیق، ترتیب نزول اور موجودہ ترتیب میں اختلاف کی حکمت، پیدائش عالم، تخلیق آدم، آنحضرت ﷺ کا رفیع الشان مقام، مسئلہ ارتقاء، مستقبل کی پیش خبریاں، فلسفہ حلت و حرمت، قرآنی تمثیلات واستعارات کی پرحکمت تشریح، مقطعات، جن و انس کی حقیقت، شیطان اور سجدہ آدم، ذوالقرنین کے متعلق تحقیق اور قرآنی قسموں کی فلاسفی وغیرہ۔

آپ فرماتے ہیں:

''وہ کون سا اسلامی مسئلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے اپنی تمام تفاصیل کے ساتھ نہیں کھولا مسئلہ نبوت، مسئلہ کفر، مسئلہ خلافت، مسئلہ تقدیر، قرآنی ضروری امور کا انکشاف، اسلامی اقتصادیات، اسلامی سیاسیات اور اسلامی معاشرت وغیرہ پر تیرہ سو سال سے کوئی وسیع مضمون موجود نہیں تھا۔ مجھے خدا تعالیٰ نے اس خدمت دین کی توفیق دی۔''

پھر فرمایا:

''مجھے کوئی لاکھ گالیاں دے، مجھے لاکھ برا بھلا کہے جو شخص (دین حق) کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے لگے گا اُسے میرا خوشہ چین ہونا پڑے گا اور وہ میرے احسان سے کبھی باہر نہیں جاسکے گا۔''

(خلافت راشدہ صفحہ 254، 256)

اس تفسیر کبیر کے بارہ میں مولوی ظفر علی خان (متعصب مخالف اور سخت دشمن) تحریر کرتے ہیں:

''احرار یو! کان کھول کر سن لو۔ تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کرسکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن اور قرآن کا علم ہے۔ تمہارے پاس کیا دھرا ہے...... مرزا محمود کے پاس مبلغ ہیں مختلف علوم کے ماہر ہیں۔ دنیا کے ہر ملک میں اس نے جھنڈا گاڑ رکھا ہے۔''

(ایک خوفناک سازش صفحہ 196)

تحریکات

آپ کی جاری کردہ مختلف تحریکات کی مختصر فہرست بھی پیش ہے جو اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ اس کے ساتھ خدا تھا:

1917ء تحریک وقف زندگی
1919ء صدر انجمن کی نظارتوں کا قیام
1922ء مجلس شوریٰ کی ابتداء
1923ء شدھی کے خلاف جہاد کا اعلان
1928ء خصوصی جلسہ ہائے سیرۃ النبی ﷺ کی تحریک
1934ء تحریک جدید کی عظیم تحریک۔ جس کے ذریعہ جماعت احمدیہ (دین حق) کو اکناف عالم میں پھیلانے کے لئے اپنی تمام جان کے ساتھ کوشاں ہے۔
1943ء مجلس افتاء کا قیام
1944ء وقف جائیداد کی تحریک
1944ء مشہور زبانوں میں ترجمہ قرآن اور لٹریچر کی اشاعت کی تحریک۔
1948ء فتنہ صہونیت کے مقابلہ کی تحریک۔ جب آپ نے ''الکفر ملۃ واحدۃ'' لکھ کر مخالفین اسلام کے متعلق مسلمانوں کو بیدار و خبردار کرنے کی کوشش فرمائی۔
1952ء خلافت لائبریری کا قیام۔ جو تشنہ کاموں کے لئے سیرابی کا کام دے رہی ہے۔
1957ء وقف جدید کی تحریک۔ جس نے پاکستان کے دیہاتی علاقوں میں تربیت کا بہترین کام کیا اور اب یہ عالمی طور پر کام کررہی ہے۔
1957ء میں ادارۃ المصنّفین کا قیام۔
1958ء صدسالہ جوبلی منانے کی تحریک۔

خدام الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ، انصار اللہ، لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ کا قیام۔ استحکام خلافت اور اس کے لئے انتخاب خلافت کمیٹی کا قیام سب جماعتی نظام میں مضبوط کڑیاں اور ارکان ثابت ہوئے۔

اب اس کے بعد حضرت مصلح موعود کے بعض کارنامے تھوڑی سی تفصیل کے ساتھ تحریر کئے جاتے ہیں:

بیت الفضل لندن 1924ء کی تعمیر پر 19 اکتوبر کے روز آپؓ نے فرمایا:

''یہ ایک عظیم الشان کام ہے جس کے نیک اثرات نسلاً بعد نسلٍ پیدا ہوتے رہیں گے اور تاریخیں اس کی یاد کو تازہ رکھیں گی۔ وہ بیت ایک مرکزی نقطہ ہوگی جس میں سے نورانی شعاعیں نکل کر تمام انگلستان کو منور کردیں گی''۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 457)

جلسہ ہائے سیرۃ النبی ﷺ کے انعقاد کا سہرا

1928ء کے سال میں بعض بدزبان اور دریدہ دہن لوگوں نے پاکوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق اپنے خبث باطن کا اظہار کیا چنانچہ ایک آریہ سماجی راجپال نامی نے ''رنگیلا رسول'' نامی کتاب لکھی جس پر حکومت وقت کی طرف سے مقدمہ چلا اور اسی اثناء میں امرتسر کے ہندو اخبار ''ورتمان'' نے ایک بے حد دل آزار

مضمون شائع کیا۔

جس پر رسول کریم ﷺ کے اس سچے عاشق کا دل ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپا اور دل کا درد ان سسکتے ہوئے لفظوں میں ڈھلا:

"ہماری جانیں حاضر ہیں۔ ہماری اولادوں کی جانیں حاضر ہیں۔جس قدر چاہیں ہمیں دکھ دے لیں۔لیکن خدارا نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفی ﷺ کو گالیاں دے کر آپ کی ہتک کر کے اپنی دنیا و آخرت کو تباہ نہ کریں.....ہماری جنگل کے درندوں اور زمین کے سانپوں سے صلح ہوسکتی ہے لیکن ان لوگوں سے صلح نہیں ہوسکتی جو رسول کریم ﷺ کو گالیاں دینے والے ہیں"۔

(الفضل 10 جون 1927ء)

پے در پے ان واقعات کے وقوع پذیر ہونے سے آپ کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی کہ پورے برصغیر میں جلسہ ہائے سیرۃ النبیؐ کا انعقاد کیا جائے اور اس ذریعہ سے اس زہر کا تریاق کیا جائے جو آنحضرتؐ کے خلاف پھیلایا جا رہا ہے۔

چنانچہ 1928ء میں ان مقدس جلسوں کا آغاز ہوا۔جس کی ایک جھلک اخبار کشمیری لاہور نے 28 جون 1928ء کی اشاعت میں رقم کی، لکھتا ہے:

"17 جون کی شام صاحبان بصیرت کے لئے اتحاد کا بنیادی پتھر تھی۔ہندو اور سکھ مسلمانوں کے پیارے نبی کے اخلاق بیان کر کے ان کو ایک عظیم الشان ہستی اور کامل انسان ثابت کر رہے تھے"۔

اس کے بعد جلسہ ہائے سیرۃ النبی ﷺ ایک مستقل رنگ اختیار کر گیا۔

"اسلام میں اختلافات کا آغاز"

26 فروری 1919ء کو اسلامیہ کالج لاہور میں پروفیسر شعبہ تاریخ سید عبدالقادر کی زیر صدارت حضرت مصلح موعودؓ نے "اسلام میں اختلافات کا آغاز" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔

جس میں آپ نے نہایت عمدگی اور ذہانت سے یہ امر ثابت کیا کہ ابتدائی دور کے فتنوں کے تار یہود و منافقین سے بندھے ہوئے ہیں۔اور صحابہ رسول ﷺ ان تمام الزامات سے کلیۃً بری الذمہ ہیں۔

پروفیسر عبدالقادر صاحب نے اپنے اختتامی خطاب میں فرمایا:

"یہ تقریر نہایت عالمانہ ہے۔مجھے بھی اسلامی تاریخ سے کچھ شدبد ہے اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیرمسلمان بہت تھوڑے مؤرخ ہیں جو حضرت عثمانؓ کے عہد کے اختلافات کی تہ تک پہنچ سکے ہیں اور اس ملک اور پہلی خانہ جنگی کے فتنہ کے اسباب سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں......انہوں (مراد حضرت المصلح الموعود) نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے۔جس کی وجہ سے ایوان خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔میرا خیال ہے ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ میں دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے نہیں گزرا ہو گا"۔

(پیش لفظ "اسلام میں اختلافات کا آغاز")

تحریک شدھی

20 ویں صدی کے پہلے ربع میں یوپی کے علاقوں میں راجپوت مسلمانوں کو ہندو بنانے کی مہم بڑے زور سے یہ کہتے ہوئے شروع ہوئی مگر حضرت مصلح موعودؓ کی خاص مدبرانہ صلاحیتوں اور قیادت کے نتیجہ میں یہ تحریک کلیۃً ناکام و نامراد ہوگئی بلکہ اس معرکہ نے ہندووں کو جماعت احمدیہ کی زبردست اور بے پناہ تبلیغی اور تنظیمی طاقت و قوت کا پورا پورا احساس کرا دیا۔

چنانچہ اخبار تیج دہلی نے لکھا:

"احمدیہ تحریک ایک خوفناک آتش فشاں پہاڑ ہے جو بظاہر اتنا خوفناک معلوم نہیں ہوتا لیکن اس کے اندر ایک تباہ کن اور سیال آگ کھول رہی ہے جس سے بچنے کی کوشش نہ کی گئی تو کسی وقت موقع پا کر ہمیں بالکل جھلس دے گی"۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ 372)

تحریک کشمیر

اسی قادر، علیم وخبیر خدا نے اسیروں کی رستگاری کے موجب بننے کے بھی سامان پیدا کئے۔

25 جولائی 1931ء کو شملہ میں مسلمان زعماء کا ایک اجلاس ہوا جس میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا قیام عمل میں آیا اور عہدہ صدارت علامہ اقبال، خواجہ حسن نظامی اور سید حبیب مدیر سیاست نے باصرار آپ کی خدمت میں پیش کیا۔

آپ کی ولولہ انگیز قیادت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانان کشمیر جو ادنیٰ ادنیٰ حقوق سے بھی محروم تھے اور محکومی و غلامی میں گرفتار تھے۔ آزادی کی فضا میں سانس لینے لگے۔ان کے سیاسی، معاشی حقوق تسلیم کئے گئے۔ریاست میں پہلی دفعہ اسمبلی قائم ہوئی اور تحریر و تقریر کی آزادی کے ساتھ انہیں مناسب نمائندگی ملی اور کشمیری قوم ایک دہکتے ہوئے تنور سے نکل کر سکھ کا سانس لینے لگی چنانچہ اس بے مثال کامیابی کا ذکر کرتے ہوئے اخبار سیاست نے 18 مئی 1933ء کی اشاعت میں لکھا۔

"جس زمانہ میں کشمیر کی حالت نازک تھی اس زمانہ میں جن لوگوں نے مرزا صاحب کو صدر منتخب کیا تھا انہوں نے کام کی کامیابی کو زیر نگاہ رکھ کر بہترین انتخاب کیا تھا۔اس وقت اگر اختلاف عقائد کی وجہ سے مرزا صاحب کو منتخب نہ کیا جاتا تو تحریک بالکل ناکام رہتی اور امت مرحومہ کو سخت نقصان پہنچتا"۔

شیخ عبداللہ (شیر کشمیر) نے حضور انور کی خدمت میں لکھا:

"نہ میری زبان میں طاقت ہے اور نہ میرے قلم میں زور اور نہ میرے پاس وہ الفاظ ہیں جن سے میں جناب کا اور جناب کے بھیجے ہوئی کارکن مولانا درد، سید زین العابدین صاحب وغیرہ کا شکریہ ادا کرسکوں۔

یقیناً اس عظیم الشان کام کا بدلہ جو کہ آنجناب نے ایک بے کس اور مظلوم قوم کی بہتری کے لئے کیا ہے صرف خدائے لایزال سے ہی مل سکتا ہے"۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 601-602)

ایک اور خط میں لکھا:

"مجھے امید رکھنی چاہیے کہ آپ نے جس ارادے اور عزم کے ساتھ مسلمانان کشمیر کے حقوق کے حصول کے لئے جدوجہد فرمائی ہے۔آئندہ بھی اس سے زیادہ کوشش اور زیادہ توجہ سے جاری رکھیں گے

میں ہوں آپ کا تابعدار

شیخ محمد عبداللہ"۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 529)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا:

"اگر کوئی شخص واقعہ میں یہ سمجھتا ہے کہ میں نے اسلام کے غلبہ اور اس کی اشاعت کے لئے جس قدر کام کئے وہ نعوذ باللہ لغو ہیں اور اسلام کو ان کی بجائے کسی اور رنگ میں کام کرنے سے زیادہ فائدہ پہنچ سکتا ہے تو میں اسے کہتا ہوں کہ تم میدان میں آؤ اور کام کر کے دکھاؤ اگر تمہارا کام اچھا ہوا تو دنیا خود بخود تمہارے پیچھے چلنے لگ جائے گی لیکن اگر ایک جماعت ایسی ہو جو صرف اعتراض کرنا ہی جانتی ہو تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ یہ دنیا لاوارث نہیں ہے اس دنیا کا ایک زندہ اور طاقتور خدا ہے۔وہ مجھ پر اعتراض کر سکتے ہیں وہ میرے خلاف ہر قسم کے منصوبے کر سکتے ہیں وہ مجھے لوگوں کی نگاہ سے گرانے اور ذلیل کرنے کے لئے جھوٹے الزام لگا سکتے ہیں مگر وہ ان حملوں کے نتیجہ میں میرے خدا کے زبردست ہاتھ سے نہیں بچ سکتے لیکن میں اس خدا کے فضلوں پر بھروسہ رکھتے ہوئے کہتا ہوں کہ میرا نام دنیا میں ہمیشہ قائم رہے گا اور گو میں مر جاؤں گا مگر میرا نام کبھی نہیں مٹے گا یہ خدا کا فیصلہ ہے جو آسمان پر ہو چکا کہ وہ میرے نام اور میرے کام کو دنیا میں قائم رکھے گا اور ہر شخص جو میرے مقابلہ پر کھڑا ہو گا وہ خدا کے فضل سے ناکام رہے گا...... خدا نے مجھے اس مقام پر کھڑا کیا ہے کہ خواہ مخالف مجھے کتنی بھی گالیاں دیں مجھے کتنا بھی برا سمجھیں بہرحال دنیا کی کسی بڑی سے بڑی طاقت کے بھی اختیار میں نہیں کہ وہ میرا نام (دین حق) کی تاریخ کے صفحات سے مٹا سکے آج نہیں، آج سے چالیس، پچاس بلکہ سو سال کے بعد تاریخ اس بات کا فیصلہ کرے گی کہ میں نے جو کچھ کہا وہ صحیح کہا تھا یا غلط۔میں بے شک اس وقت موجود نہیں ہوں گا مگر جب (دین حق) اور احمدیت کی اشاعت کی تاریخ لکھی جائے گی تو مسلمان مؤرخ اس بات پر مجبور ہو گا کہ وہ اس تاریخ میں میرا بھی ذکر کرے۔اگر وہ میرے نام کو اس تاریخ میں سے کاٹ ڈالے گا تو احمدیت کی تاریخ کا ایک بڑا حصہ کٹ جائے گا۔ایک بہت بڑا خلا واقع ہو جائے گا جسے پُر کرنے والا اسے کوئی نہیں ملے گا"۔

(تقریر سالانہ جلسہ 28 دسمبر 1961ء)

اس مضمون میں کوشش کی گئی ہے کہ مسیح الزمانؑ کے ہاں پیدا ہونے والے اس موعود میں جو مصلح موعود تھا کس شان سے وہ نشانیاں پوری ہوئیں جو اس کی ولادت سے قبل پیشگوئی کے ذریعہ اس دنیا پر ظاہر کر دی گئی تھیں۔

وھو المقصود

راجہ برہان احمد طالع

”دل کا حلیم“... حضرت مصلح موعودؓ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے پیشگوئی مصلح موعود کے بارہ میں 18 فروری 2011ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

”یہ ایک عظیم پیشگوئی ہے جو کسی شخص کی ذات سے وابستہ نہیں ہے بلکہ یہ پیشگوئی اسلام کی نشأۃ ثانیہ سے تعلق رکھتی ہے اور اس پیشگوئی کی اصل تو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پیشگوئی ہے۔“

”گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ ایک بیٹا عطا فرمائے گا جو مصلح موعود ہو گا اور اس کی تفصیل میں آپؑ نے اس کی بہت ساری خصوصیات بیان فرمائی تھیں۔ لیکن یہ پیشگوئی تو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ الفاظ بیان فرما کر چودہ سو سال پہلے بیان فرمادی تھی کہ یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ إِلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ کہ عیسیٰ ابن مریم جب زمین پر نزول فرما ہوں گے تو شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہو گی۔“

”مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ خدا کی رحمت و غیّوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا۔ اور دل کا حلیم۔“

ان الفاظ کی مناسبت سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا اپنے اہل خانہ، خادموں اور احباب جماعت یعنی ہر خاص و عام کے ساتھ شفقت و محبت کے سلوک نیز دوسروں کی صرف تکالیف ہی نہیں بلکہ جذبات کا بھی خیال رکھتے ہوئے احساس کرنا اور اسے دور کرنے کے متعلق چند واقعات یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ واقعات جہاں ایک طرف اس عظیم الشان پیشگوئی کے ایک ایک فقرہ کی صداقت کے گواہ ہیں وہاں رہتی دنیا تک ہمارے لئے مشعلِ راہ بھی ہیں۔ یہ واقعات سیدنا محمودؓ کے مبارک، مسیحی نفس اور سخت ذہین و فہیم ہونے کے بیّن ثبوت اور دل کے حلیم ہونے پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں۔

یہ خدا کا کلام ہے

صاحبزادی امۃ الرشید بیگم صاحبہ آپؓ کی سیرت کے متعلق تحریر فرماتی ہیں:

”حضورؓ باوجود بے حد عدیم الفرصت ہونے کے اور باوجود اس کے کہ آپ کی اولاد خدا کے فضل سے بہت زیادہ ہے سب کی تربیت اور تعلیم کا خیال رکھتے۔ آپؓ نہایت ہی شفیق اور رحیم واقع ہوئے... حضورؓ کی طبیعت کا یہ خاصہ ہے کہ بچوں کو ہمیشہ سبق آموز کہانیوں اور لطائف سے محظوظ کرتے ہوئے ان کی تربیت فرماتے ہیں۔ خود خوش رہتے ہیں اور دوسروں کو خوش رکھتے ہیں لیکن خوشی کی گھڑیوں میں بھی حقیقی مقصد کبھی آنکھ سے اوجھل نہیں ہوتا.... شادی کے موقعہ پر میری بڑی بہن امۃ القیوم صاحبہ کو قرآن کریم پر یہ تحریر کر دیا۔

”امۃ القیوم! یہ خدا کا کلام ہے۔ میں نے سب کچھ اس سے پایا۔ تم بھی سب کچھ اس سے ہی پاؤ۔ میرے اللہ! تیرا یہ کلام میری اس بچی اور اس کی اولاد کے دل میں دائمی طور پر جاگزیں ہو.....“

(سوانح فضل عمر جلد نمبر 5 صفحہ 386)

”صاحب“ کا اعزازی لفظ

حضرت مصلح موعودؓ کا دستور یہی رہا ہے کہ اپنے خدام کو مخاطب کرتے وقت ”صاحب“ کا لفظ ضرور استعمال فرماتے۔ چنانچہ بیشتر دفعہ مکرم چوہدری برکت علی خان صاحب وکیل المال کے لئے جب لفافہ پر نوٹ لکھا تو ”چوہدری برکت علی خان صاحب“ پورا نام لکھ کر کوئی ہدایت دی اور ایک ادارہ کے افسر کو اس طور پر ہدایت دی کہ اپنے ماتحت کارکنوں کے نام کے ساتھ ”صاحب“ کا اعزازی لفظ ضرور استعمال کیا کریں۔ فرمایا دیکھیں میں نے آپ کا نام تین چار دفعہ لکھا ہے یا پکارا ہے۔ میرا بھلا کتنا وقت زیادہ لگ گیا ہو گا اور مجھے بھلا کتنی دقت ہوئی ہو گی۔ کچھ بھی نہیں۔

(الفضل۔ 16 فروری 1960ء صفحہ 13)

اتنی دیر کیوں ہوگئی؟

مکرم لطیف احمد خان صاحب کارکن دفتر پرائیویٹ سیکرٹری بیان کرتے ہیں:

”1942ء میں حضورؓ پالم پور تشریف لے گئے۔ وہاں سے ایک دن حضورؓ کا پروگرام بیج ناتھ ٹرپ کا بنا۔ چونکہ کاروں میں جگہ کم تھی اس لئے حضورؓ نے خاکسار اور مرزا فتح الدین صاحب کو فرمایا کہ آپ بس پر آجائیں ہم وہاں انتظار کریں گے۔ پہلے تو ہمارا ارادہ نہ جانے کا ہوا کیونکہ بس کی آمد کی امید نہ تھی۔ سڑک ٹوٹی ہوئی تھی مگر پھر ہم دونوں اس وجہ سے کہ حضورؓ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کھانے پر انتظار کریں گے پیدل چل پڑے۔ ڈیڑھ بجے ڈاک بنگلہ میں پہنچے تو حضورؓ کھانا تناول فرما رہے تھے ہمیں دیکھ کر مسکرا کر فرمایا کہ انتظار کر کے کھانا شروع کیا ہے۔ اتنی دیر کیوں ہوگئی؟ ہم نے عرض کیا کہ بس نہیں آئی ہم پیدل آئے ہیں۔ چنانچہ اسی وقت حضورؓ نے پیالوں میں کھانا ڈال کر اپنے ہاتھ سے ہمیں دیا۔

(ماہنامہ خالد فروری 1991ء صفحہ 51)

چھتری کا سایا

مکرم لطیف احمد خان صاحب مرحوم (سابق کارکن دفتر پرائیویٹ سیکرٹری) ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:۔

”1941ء کا واقعہ ہے کہ حضورؓ ڈلہوزی میں تھے وہاں سے ایک دن سیر کے لئے دیان کنڈ جو ایک اونچی پہاڑی تھی تشریف لے گئے۔ وہاں چائے کا بھی پروگرام تھا۔ مگر اتنے میں بارش ہونی شروع ہوگئی۔ ہلکی ہلکی پھوار پڑنے لگی۔ میں اور خان میر خان صاحب اور نذیر احمد صاحب ڈرائیور آگ جلانے میں مصروف تھے مگر لکڑیوں کے گیلا ہونے کی وجہ سے بڑی دقت تھی اور پتھروں کے چولہے پر جھکے پھونکیں مار رہے تھے کہ اتنے میں حضورؓ خود دو چار سوکھی لکڑیاں لئے ہوئے تشریف لے آئے اور ہمارے سروں پر چھتری کر دی۔ ہم نے وہ لکڑیاں رکھ کر آگ جلائی اور جب تک پانی اُبل نہیں گیا حضورؓ چھتری کا سایہ کئے دُھویں میں ہمارے پاس ہی کھڑے رہے۔“

(ماہنامہ خالد فروری 1991ء صفحہ 52)

اپنی جماعت سے محبت کا ایک اور واقعہ کچھ یوں ہے کہ

”حضورؓ کے کمرہ میں خاندان کے کسی فرد کی خواہش پر قالین بچھوایا گیا۔ اتفاق سے ایک دن کوئی دیہاتی خاتون حضورؓ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئیں ان کے گرد آلود پاؤں سے قالین پر نشان پڑ گئے۔ حضورؓ نے محسوس فرمایا کہ آپ کے اس عزیز (جن کی خواہش پر یہ قالین بچھایا گیا تھا) کے چہرہ پر کچھ ناپسندیدگی کے آثار ہیں۔ اس خاتون کے جانے کے بعد حضورؓ نے وہ قالین اسی وقت وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلوا دیا کہ میں اسے اپنے اور اپنی جماعت کے درمیان حائل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتا۔“

(سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 412-413)

یاد آئے گا تیرا حسن ہمیں تیرا احسان یاد آئے گا
ہر قدم پر تری محبت کا عہد و پیمان یاد آئے گا

مجھے خدمت کا موقع ملتا ہے

حضرت مصلح موعودؓ نے ساری زندگی دوسروں کے درد کو اپنا درد سمجھا اور جب بھی جماعت کے کسی فرد کو تکلیف میں دیکھا اپنے آرام کو ترک کر دیا اور اس کی تکلیف کو دور کرنے کے لیے دعا اور دوا ہر دو ذرائع سے کوشش کی۔

حضرت مہر آپا صاحبہ نے بیان کیا:

”ایک گرم اور حبس والی رات، گیارہ بجے دروازہ کھٹکا، ان دنوں بجلی ابھی ربوہ میں نہیں آئی تھی۔ حضورؓ لالٹین کی روشنی میں صحن میں لیٹے ہوئے کتاب پڑھ رہے تھے۔ حضورؓ نے مجھے کہا کہ دیکھو کون ہے؟ میں نے دریافت کیا اور آ کر حضورؓ سے کہا: ”ایک عورت ہے وہ کہتی ہے کہ میرے خاوند کو حضورؓ نے دوائی دی تھی اس سے بہت افاقہ ہوگیا تھا، مگر اب طبیعت پھر خراب ہوگئی ہے، دوائی لینے آئی ہوں“ آپؓ نے فرمایا: ”کمرہ میں جاؤ فلاں الماری کے فلاں خانے سے فلاں دوائی نکال لاؤ“ گرمی مجھے بہت محسوس ہوتی ہے اور یہ موسم میرے لئے ہمیشہ نا قابلِ برداشت رہا ہے۔ اپنی اس کمزوری کی بنا پر میں کہہ بیٹھی: ”یہ کوئی وقت ہے، میں اسے کہتی ہوں کہ صبح آجائے اندر جا کر تو حبس سے میرا سانس نکل جائے گا۔“ اس پر حضورؓ نے

بڑے جلال سے فرمایا: ”تم اس اعزاز کو جو خدا نے مجھے دیا ہے چھینا چاہتی ہو؟ ایک غرض مند میرے پاس اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے آتا ہے، یہ خدا کی دی ہوئی عزت ہے کہ مجھے خدمت کا موقع ملتا ہے، اسے میں ضائع کردوں تو قیامت کے دن خدا کو کیا شکل دکھاؤں گا، میں خود جاتا ہوں“ میں نے کہا آپ نہ جائیں، گرمی بہت ہے، میں چلی جاتی ہوں“ حضورؓ نہ مانے اور خود اندر گئے اور دوائی لا کر اسے دی اور ساتھ اسے ہدایت کی کہ صبح آکر اپنے خاوند کی خیریت کی خبر دے۔“ (ماہنامہ خالد فروری 1991ء ص 52)

مسلسل دعا کرتے رہتے

”آپؓ کی جماعت سے گہری محبت کے بارہ میں مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب بیان کرتے ہیں: ”آپؓ کو جماعت سے بے پایاں محبت تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب بھی قادیان سے کوئی قافلہ پاکستان کے لئے روانہ ہوتا تو آپؓ قرآن شریف لئے برآمدہ میں اس وقت تک ٹہلتے ہوئے تلاوت فرماتے رہتے جب تک اس قافلہ کی حفاظت سے سرحد پار کرنے کی اطلاع نہ آجاتی۔ ان مواقع پر آپ مسلسل دعا کرتے رہتے۔“

فرنیچر جو غریبوں سے ملاقات میں روک بنے

مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب بیان کرتے ہیں:۔

”یہ بات بھی میرے علم میں ہے کہ جب بھی جماعت کسی ابتلا کے دور سے گزر رہی ہوتی تو آپ بستر پر سونا ترک کر کے فرش پر سوتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس آزمائش کے بادل چھٹنے کا اشارہ ملتا کہ چلو جا کر بستر پر آرام کرو۔ ایک اور بات جس نے مجھ پرنقوش چھوڑے یہ کہ میری شادی کے تھوڑے عرصہ بعد ہی جب میں ملتان میں بطور اسسٹنٹ کمشنر متعین تھا اور اپنی بیوی کے ماموں کرنل سید حبیب اللہ شاہ صاحب کے ہاں عارضی طور پر مقیم تھا جو وہاں سپرنٹنڈنٹ سنٹرل جیل تھے تو حضورؓ نے سندھ جاتے ہوئے وہاں ایک روز قیام فرمایا۔ آپؓ مجھے ڈرائینگ روم میں لے گئے اور ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا اور فرمایا کہ دیکھو تم ICS ہو اور تمہیں اعلیٰ طبقہ سے ملاقات کے بہت مواقع ملیں گے لیکن یہ بات تمہیں ہرگز غرباء اور کمزور لوگوں کی ہر طرح سے مدد کرنے سے کبھی باز نہ رکھے۔ آپؓ نے فرنیچر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسا فرنیچر جو غریبوں سے ملاقات میں روک بنے، رکھنے کے قابل نہیں۔ جس طرح ہر غریب پر رسول ﷺ کے دروازے بلا امتیاز کھلے رہتے تھے۔ یہی وہ سنت ہے جسے اپنانا چاہئے۔ آپؓ کی آواز بھرائی ہوئی تھی اور آپؓ کی آنکھیں پرنم تھیں۔ میری حالت کا اندازہ ہی لگایا جا سکتا ہے اسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے آپؓ کو کبھی اتنی جذباتی حالت میں نہیں دیکھا۔“

(ماہنامہ انصار اللہ مئی، جون، جولائی صفحہ 754)

عیادت

حضرت منشی اروڑا خان صاحب کی عیادت کے لئے حضورؓ ہسپتال تشریف لے گئے۔ اخبار الفضل اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

”جمعہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مع ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب آپ کی کوٹھری میں گئے نبض دیکھی گئی چمچے کے ذریعہ دودھ دیا گیا، آنکھیں کھلی تھیں بخار زور کا تھا ہوش بجا نہ تھے، سانس اُکھڑی ہوئی تھی، حضرت خلیفۃ المسیحؓ جمعہ کے بعد سے عصر کے وقت تک کوئی ڈیڑھ گھنٹہ منشی صاحب کے پاس اسی کوٹھری میں بیٹھے رہے۔“

(الفضل یکم نومبر 1919ء صفحہ 7)

جب سزا دیتے ہیں تو بڑا مزہ آتا ہے

مکرم مولوی عبد الرحمٰن صاحب انور جو حضرت مصلح موعودؓ کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے ان کی اہلیہ صاحبہ نے ایک دفعہ بیان کیا ربوہ میں بجلی کی صورتحال ہمیشہ کمزور ہی رہی۔ ایک بار بہت بجلی بند ہوئی تو حضورؓ نے انور صاحب کو سزا دی کہ ان کے گھر کی بجلی کاٹ دی جائے کیونکہ ان کی بجلی سستی ہے اور یہ بجلی کے صحیح ہونے کے لئے واپڈا سے مل کر کوشش نہیں کرتے۔ کہتی ہیں خیر ہمارے گھر کی بجلی کاٹ دی گئی۔ مغرب کا وقت ہو گیا۔ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ دروازہ کھٹکا۔ جا کر دیکھا تو ایک کارکن ہاتھ میں مٹی کے تیل کا کنستر اور لالٹین لئے کھڑا تھا کہ حضورؓ نے فرمایا ہے کہ وہ اندھیرے میں بیٹھے ہوں گے۔ یہ چیزیں ان کے گھر پہنچاؤ۔ اسی طرح کوئٹہ میں کسی کارکن سے ناراض ہو کر سزا دی کہ تین دن مسجد میں بیٹھ کر استغفار کرے۔ بعد میں خیال آیا بیچارہ اکیلا بیٹھا کیا کرے گا ساتھ ہی کچھ کتابیں بھی پڑھنے کو بھیج دیں اور کھانا وغیرہ بھی گھر سے جاتا رہا۔ تو کسی نے یونہی نہیں کہا تھا کہ حضورؓ جب سزا دیتے ہیں تو بڑا مزہ آتا ہے۔

دل کے حلیم آپ سچے معنوں میں ہیں

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ حضورؓ کی سیرت بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

”میرے پیارے بڑے بھائی حضرت خلیفۃ المسیحؓ کا مقام اور آپؓ کے کام روز روشن کی طرح سب پر ظاہر ہیں...... آپؓ کی صفات میں ایک نہایت پیاری صفت نمایاں دیکھی کہ آپؓ کا دل بہت ہی صاف ہے اتنا صاف دل کہ غصہ، کینہ جس میں ٹھہر ہی نہیں سکتا۔ کسی کی برائی آپ سوچ ہی نہیں سکتے۔ ہمیشہ دوسروں کے لئے خیر کے الفاظ ہی آپؓ کی زبان مبارک سے نکلے اور خیر ہی ہر ایک کی آپؓ نے چاہی۔ دل کے حلیم آپؓ سچے معنوں میں ہیں۔ بہت تنگ آکر یا کاموں کے سلسلہ میں آپؓ کو غصہ کے بعد، جس پر غصہ کیا گیا اس سے زیادہ آپؓ کو تکلیف ہوتی رہی ہے اور کسی نہ کسی طرح اس کے تدارک میں کوشاں رہے۔ کسی صورت میں جب تک نرمی کا اظہار نہ ہو جائے آپ کو خود چین نہ آتا تھا...... جیسے ماں تنگ آکر اپنے پیارے بچے کو مار کر خود آنسو بہاتی ہے...... نرمی اور رحم و شفقت آپؓ میں اعلیٰ درجہ کا ہمیشہ پایا۔ ایک بار بہت عرصہ کی بات ہے ایک اخبار میں خبر آئی کہ ایک بچی (کوئی تین سال عمر کی) نے اپنے غریب باپ کی جمع پونجی سے نوٹ دو تین سو کے چولھے میں پھینک دیئے اور باپ نے فوری غیظ و غضب کے تحت اس معصوم کی ٹانگیں چیر کر مار ڈالا۔ مجھے یاد ہے اس خبر کو پڑھ کر جو آپؓ کی حالت ہوئی تھی سخت صدمہ تھا ٹہلتے تھے اور کہتے تھے کہ ”غربت کی وجہ سے جو باپ جوش میں ایسا فعل کر بیٹھا اب خود اس کے دل کی کیا حالت ہو گی۔ جب تک زندہ رہا اس بچی کی موت اور اپنے ظالمانہ سلوک کو یاد کر کے تڑپتا ہی رہے گا۔“ جو تکلیف اس وقت آپؓ کو تھی اور آپؓ کا کرب وہ مجھے ہمیشہ یاد آتا ہے۔

(خالد دسمبر 1990ء صفحہ 127-128)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:۔

جب میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا، جب لوگ میرے کاموں کی نسبت ٹھنڈے دل سے غور کر سکیں گے، جب سخت دل سے سخت دل انسان بھی جو اپنے دل میں شرافت کی گرمی محسوس کرتا ہو گا ماضی پر نگاہ ڈالے گا، جب وہ زندگی کی ناپائیداری کو دیکھے گا اور اس کا دل ایک نیک اور پاک افسردگی کی کیفیت سے لبریز ہو جائے گا اس وقت وہ یقیناً محسوس کرے گا کہ مجھ پر ظلم کیا گیا اور میں نے صبر سے کام لیا۔ حملہ پر حملہ کیا گیا لیکن میں نے شرافت کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا...یہ بہترین بدلہ ہو گا جو آنے والا زمانہ اور جو آنے والی نسلیں میری طرف سے ان لوگوں کو دیں گی اور ایک قابلِ قدر انعام ہو گا جو اس صورت میں مجھے ملے گا۔“

(انوار العلوم جلد 10 صفحہ 323)

خود حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے
اور آج ہر پروانۂ احمدیت اس طرح گویا ہے کہ
اب وقت آ گیا ہے کہ کہتے ہیں حق شناس
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

مصلح بننے کی کوشش کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

”پس آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اصلاحِ نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔ اصلاحِ اولاد کی طرف بھی توجہ دیں۔ اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے بھرپور کوشش کریں جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بنایا تھا۔ پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یوم مصلح موعود کا حق ادا کرنے والے ہوں گے، ورنہ تو ہماری صرف کھوکھلی تقریریں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔“ (آمین)

(خطبہ جمعہ 18 فروری 2011ء)

☆...☆...☆

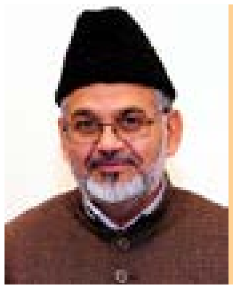

از سید شمشاد ناصر۔ امریکہ

حضرت مصلح موعودؓ کے تربیت کے متعلق چند پہلو

حضرت مصلح موعودؓ نے بچوں کی بچپن سے ہی تربیت کے یہ 26طریق بیان فرمائے ہیں:

’’1۔ بچہ کے پیدا ہونے پر سب سے پہلے تربیت اذان ہے۔

2۔ یہ کہ بچہ کو صاف رکھا جائے۔ پیشاب پاخانہ فوراً صاف کر دیا جائے۔شاید بعض لوگ یہ کہیں یہ کام عورتوں کا ہے۔ یہ صحیح ہے مگر پہلے مردوں میں یہ خیال پیدا ہوگا تو پھر عورتوں میں ہوگا پس مردوں کا کام ہے کہ عورتوں کو یہ باتیں سمجھائیں کہ جو بچہ صاف نہ رہے اس میں صاف خیالات کہاں سے آئیں گے .... جب بچہ کی ظاہری صفائی کا خیال نہیں رکھا جاتا تو باطنی صفائی کس طرح ہوگی۔‘‘

3۔ غذا بچہ کو وقت مقررہ پر دینی چاہیے اس سے بچہ میں یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ خواہشات کو دبا سکتا ہے اور اس طرح سے بہت سے گناہوں سے بچ سکتا ہے .... جب بچہ رویا ماں نے اُسی وقت دودھ دے دیا ایسا نہیں کرنا چاہیے بلکہ مقررہ وقت پر دودھ دینا چاہیے اور بڑی عمر کے بچوں میں یہ عادت ڈالنی چاہیے کہ وقت پر کھانا دیا جائے۔ اس سے یہ صفات پیدا ہوتی ہیں 1۔ پابندی وقت کا احساس۔ 2۔خواہش کو دبانا۔ 3۔صحت۔ 4۔ مل کر کام کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ 5۔اسراف کی عادت نہ ہوگی۔ 6۔ لالچ کا مقابلہ کرنے کی عادت ہوگی۔

4۔ بچہ کو مقررہ وقت پر پاخانہ کی عادت ڈالنی چاہیے۔ یہ اس کی صحت کے لئے بھی مفید ہے لیکن اس سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے اعضاء میں وقت کی پابندی کی حِس پیدا ہو جاتی ہے۔

5۔ غذا اندازہ کے مطابق دی جائے۔ اس سے قناعت پیدا ہوتا ہے اور حرص دور ہوتی ہے۔

6۔ قِسم قِسم کی خوارک دی جائے۔ گوشت، ترکاریاں اور پھل دیئے جائیں کیونکہ غذاؤں سے بھی مختلف اقسام کے اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔

7۔ جب بچہ ذرا بڑا ہو تو کھیل کود کے طور پر اس سے کام لینا چاہیے۔مثلاً فلاں برتن اُٹھا لاؤ۔ یہ چیزیں ادھر رکھ دو۔

8۔ بچہ کو عادت ڈالنی چاہیے کہ وہ اپنے نفس پر اعتبار پیدا کرے۔ مثلاً چیز سامنے ہو اور اُسے کہا جائے ابھی نہیں ملے گی۔ فلاں وقت ملے گی۔ یہ نہیں کہ چھپا دی جائے۔

9۔ بچہ سے زیادہ پیار بھی نہیں کرنا چاہیے۔ زیادہ چومنے چاٹنے کی عادت سے بہت سی بُرائیاں بچہ میں پیدا ہو جاتی ہیں۔جس مجلس میں وہ جاتا ہے اس کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ پیار کریں۔ اس سے اخلاقی کمزوریاں پیدا ہوا جاتی ہیں۔

10۔ ماں باپ کو چاہیے کہ ایثار سے کام لیں۔مثلاً اگر بچہ بیمار ہے اور کوئی چیز اُس نے نہیں کھانی تو وہ بھی نہ کھائیں اور نہ گھر میں لائیں بلکہ اُسے کہیں کہ تم نے نہیں کھانی اس لئے ہم بھی نہیں کھاتے۔ اس سے بچہ میں بھی ایثار کی صفت پیدا ہوگی۔

11۔ بیماری میں بچہ کے متعلق بہت احتیاط کرنی چاہیے کیونکہ بُزدلی، خودغرضی، چڑچڑاہٹ جذبات پر قابو نہ ہونا اس قسم کی بُرائیاں اکثر لمبی بیماری کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہیں۔

12۔ بچوں کو ڈراؤنی کہانیاں نہیں سُنانی چاہیں۔ اس سے اُن میں بزدلی پیدا ہو جاتی ہے .... اگر بچہ میں بزدلی پیدا ہو جائے تو اُسے بہادری کی کہانیاں سنانی چاہیں اور بہادر لڑکوں کے ساتھ کھلانا چاہیے۔

13۔ بچہ کو اپنے دوست خود نہ چُننے دیئے جائیں بلکہ ماں باپ چنیں اور دیکھیں کہ کن بچوں کے اخلاق اعلیٰ ہیں۔

14۔ بچہ کو اس کی عمر کے مطابق بعض ذمہ داری کے کام دیئے جائیں تا کہ اس میں ذمہ داری کا احساس ہو۔

15۔ بچہ کے دل میں یہ بات ڈالنی چاہیے کہ وہ نیک ہے اور اچھا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے کیا نکتہ فرمایا ہے کہ بچہ کو گالیاں نہ دو کیوں کہ گالیاں دینے پر فرشتے کہتے ہی ایسا ہی ہو جائے اور وہ ہو جاتا ہے۔

16۔ بچہ میں ضد کی عادت نہیں پیدا ہونی دینی چاہیے۔

17۔ بچہ سے ادب سے کلام کرنا چاہیے۔

18۔ بچہ کے سامنے جھوٹ، تکبر اور ترش روئی وغیرہ نہ کرنی چاہیے کیوں کہ وہ بھی یہ باتیں سیکھ لے گا۔

19۔ بچہ کو ہر قسم کے نشہ سے بچایا جائے۔

20۔ بچہ کو علیحدہ بیٹھ کر کھیلنے سے روکنا چاہیے۔

21۔ ننگا ہونے سے روکنا چاہیے۔

22۔ بچوں کو عادت ڈالنی چاہیے کہ وہ ہمیشہ اپنی غلطی کا اقرار کریں اور اس کے طریق یہ ہیں۔ 1۔ اُن کے سامنے اپنے قصوروں پر پردہ نہ ڈالا جائے۔ 2۔ اگر بچہ سے غلطی ہو جائے تو اُس سے اِس طرح ہمدردی کریں کہ بچہ کو محسوس ہو کہ میرا کوئی سخت نقصان ہو گیا ہو۔ 3۔ آئندہ غلطی سے بچانے کے لئے بچہ سے اس طرح گفتگو کی جائے کہ بچہ کو محسوس ہو کہ میری غلطی کی وجہ سے ماں باپ کو تکلیف اُٹھانی پڑی ہے۔ 4۔ بچہ کو سرزنش الگ لے جا کر کرنی چاہیے۔

23۔ بچہ کو کچھ مال کا مالک بنانا چاہیے اس سے بچہ میں یہ صفات پیدا ہوتی ہیں۔ 1۔صدقہ دینے کی عادت۔ 2۔ کفایت شُعاری۔ 3۔ رشتہ داروں کی امداد کرنا۔

24۔ اسی طرح بچوں کا مشترکہ مال ہو مثلاً کوئی کھلونا دیا جائے تو کہا جائے کہ یہ تم سب بچوں کا ہے۔سب اس کے ساتھ کھیلو اور کوئی خراب نہ کرے اس طرح قومی مال کی حفاظت پیدا ہوتی ہے۔

25۔ بچہ کو آداب و قواعد تہذیب سکھاتے رہنا چاہیے۔

26۔ بچہ کی ورزش کا بھی اور اُسے جفاکش بنانے کا خیال بھی رکھنا چاہیے کیوں کہ یہ بات دنیوی ترقی اور اصلاح نفس دونوں میں یکساں طور پر مفید ہے۔‘‘

یہ وہ چند تربیت کے امور ہیں جو حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے اس لیکچر جو منہاج الطالبین کے نام سے شائع ہے۔ بیان فرمائے ہیں۔ یہ کتاب 102صفحات کی ہے۔ اور بڑی تفصیل کے ساتھ تربیت کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ اور اُن باتوں کا ذکر ہے جس کی وجہ سے کوئی شخص برائیاں کرتا ہے یا بد اعمالیوں میں مبتلا ہے یا قوی نقصان اُٹھاتا ہے۔تفصیل جاننے کے لئے اس کتاب کا پڑھنا بہت ضروری ہے۔حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے اس لیکچر میں اِن تربیتی امور کو بیان کرنے کے بعد آخر میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی ایک دعا بھی بیان فرمائی ہے۔‘‘

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’میں کیا کروں اور کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں جو اس گروہ (یعنی جماعت احمدیہ) کے دلوں پر کارگر ہوں۔ خدایا مجھے ایسے الفاظ عطا فرما اور ایسی تقریریں الہام کر جو اِن کے دلوں پر اپنا نور ڈالیں اور اپنی تریاقی خاصیت سے اُن کی زہر کو دور کر دیں۔ میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ دن ہو کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگ دیکھوں جنہوں نے درحقیقت جھوٹ چھوڑ دیا اور ایک سچا عہد اپنے خدا سے کرلیا کہ وہ ہر ایک شر سے اپنے تئیں بچائیں گے۔ اور تکبر سے جو تمام شراتوں کی جڑ ہے بالکل دور جا پڑینگے۔ اور اپنے رب سے ڈرتے رہیں گے ...... دعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں دمِ زندگی ہے کئے جاؤں گا اور دعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے ان کے دل اپنی طرف پھیر دے اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے اُٹھا دے اور باہم سچی محبت عطا کر دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دُعا کسی وقت قبول ہو گی اور خدا میری دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔‘‘

(شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد 6صفحہ 398)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوة والسلام کی یہ دعا قبول ہوگی اور خدا تعالیٰ اسے ضائع نہیں کرے گا مگر تم سوچ لو تم اس کے مصداق بنو گے یا بعد میں آنے والے؟ ...... اس لئے میں کہتا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوة والسلام کی دعا کو مدنظر رکھ کر کوشش کرو کہ ہم ہی اس کے مصداق ہوں اور اس نظارہ سے ہمیں بھی ٹھنڈک پہنچے جو حضرت مسیح موعودؑ نے کھینچا ہے۔‘‘

(منہاج الطالبین، انوارالعلوم جلد 9 صفحہ 254-255)

ناصرہ احمد۔ کینیڈا

حضرت مصلح موعودؓ۔ خدائی تائیدات اور نصرت الٰہی کے نظارے

آج میرے لئے یہ اعزاز کا باعث ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی ایک عظیم الشان پیشگوئی کے مظہر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے لئے اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت اور تائیدات کے نظاروں کا کچھ اظہار کروں۔ 20 فروری کا دن جماعت احمدیہ کی تاریخ میں خاص اہمیت اور منفرد شان کا حامل ہے۔ اس دن آسمانی بشارات سے معمور خدائے بزرگ و برتر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک عظیم الشان صفات کے حامل ایک ایسے پسر موعود کی خوشخبری عطا فرمائی جس کے محیر العقول کارناموں میں زبردست خدائی نصرت اور تائیدات شامل حال رہیں گی۔

پیشگوئی مصلح موعودؓ

''میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیارپور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لیے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ (ﷺ) کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلبند، گرامی ارجمند، مَظْهَرُ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ، مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَأَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا۔''

(اشتہار 20 فروری 1886ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 95 تا 96)

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو 12 جنوری 1889ء کو اس عظیم الشان پیشگوئی کا مصداق وہ فرزند جلیل عطا فرمایا جو آپ کی صداقت پر ایک زندہ بُرہان ثابت ہوا۔ وہ موعود جو روح القدس کی برکت سے مثیل مسیح کا مرتبہ پاتے ہوئے موعود خلیفہ بنا اور دین اسلام کی خدمت میں عمر بھر کمربستہ رہا اور خُدائے قدوس کی بے شمار تائیدات حاصل کرتے ہوئے نُصرت آسمانی کے جلووں کا وارث بنا۔

یہ سوچنے کی بات ہے کہ ایک نوجوان جو 25 سال کی عُمر میں منصب خلافت پر متمکن ہوا جبکہ دُنیا نے اُسے طفلِ مکتب جانا مگر خُدائی اذن کے مطابق وہ نُور جو اُس کے آنے کے ساتھ آیا وہ اندھیروں پر غالب آ گیا۔ اور اسلام کی ترقی کے زبردست نظارے خُدائی بشارات کے ساتھ ایک دُنیا نے پورے ہوتے دیکھ لئے۔ یہ سب کیسے ممکن ہوا؟ اس کا جواب کُچھ یوں ہے۔ کہ جب خُدا تعالیٰ اپنے انبیاء کی صداقت کا ثبوت اپنی قُدرت، رحمت، اور نُصرت کے نشانوں سے دینا چاہتا ہے تا کہ دُنیا زندہ خدا کو کھلی آنکھوں سے دیکھ لے تو اُنہیں ایسے ہی زبردست نشانوں سے نوازتا ہے جو دُنیا کی عام نظر میں ایک امرِ محال کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ سُنت اللہ ہے کہ وہ ایسے وجودوں کو ایسے وقت میں بھیجتا ہے کہ راہ حق کے متلاشی اک بہار کے منتظر ہوتے ہیں اُن کے آنے سے سعید رُوحیں اک عطر بیز خوشبو سے غیر معمولی طور پر اُن کی طرف کھنچی چلی آتی ہیں حضرت مُصلح موعودؓ مسیح پاک کی اسلام کیلئے شبانہ روز تضرعات کی قبولیت کا ایک زندہ نشان، خُدائے رحمان کی پیشگوئیوں کے کامل مصداق، ایک بُلند روحانی مقام اور امتیازی شان کے حامل وجود تھے، حقیقت یہ ہے کہ آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی روحانی تجلیات دُنیا کے کناروں تک ظاہر ہونی شروع ہوئیں اور بہتوں کے لئے ہدایت اور زندگی کا موجب ہوئیں کہ كَأَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ (گویا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے اُتر آیا) کا سچا مظہر بن گئے۔

آپ نے 1944ء کے جلسہ سالانہ پر جماعت کو مُخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے اذن اور اسی کے انکشاف کے تحت میں اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ وہ مُصلح موعود جس نے آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں کے ماتحت دُنیا میں آنا تھا اور جس کے متعلق یہ مقدر تھا کہ وہ اسلام اور رسول کریم ﷺ کا نام دُنیا کے کناروں تک پھیلائے گا اور اس کا وجود خدا کے جلالی نشانات کا حامل ہوگا وہ میں ہوں اور میرے ذریعہ ہی وہ پیشگوئیاں پوری ہوئی ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ نے آنے والے موعود بیٹے کے لئے بیان فرمائی تھیں۔ یاد رہے کہ میں اپنے لئے کسی خوبی کا دعویدار نہیں ہوں میں فقط خُدا کا ایک نشان ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی شان کو دُنیا میں قائم کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے مجھے ہتھیار بنایا ہے میری خوشی اسی میں ہے کہ میری خاک محمد رسول اللہ ﷺ کی کھیتی میں کھاد کے طور پر کام آ جائے اور میرا خاتمہ رسول کریم ﷺ کے دین کے قیام کی کوشش پر ہو۔

قارئین کرام! تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ اس اولوالعزم موعود پسر نے 19 برس کی عُمر میں اپنے عظیم باپ کی نعش کے سرہانے کھڑے ہو کر جو مقدس عہد کیا تھا اُسے آخری دم تک نبھایا۔ حضرت نواب سیدہ مُبارکہ بیگم صاحبہ اپنے عظیم بھائی کے اس عہد کو اس طرح بیان فرماتی ہیں۔

میں کروں گا عُمر بھر تکمیل تیرے کام کی
میں تیری تبلیغ کو پھیلا دوں گا بروئے زمین
زندگی میری کٹے گی خدمت اسلام میں
وقف کر دوں گا خدا کے نام پر جان حزیں
کر نہیں سکتا کوئی انکار علم ہے گواہ
جو کہا تھا اس نے آخر کر دکھایا بالیقیں

حضرت مصلح موعودؓ کی دینِ اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے کی تڑپ نے بچپن سے ہی دُعاؤں میں خشوع وخضوع عطا کر دیا اور ہر آن کُچھ کرنے کی تڑپ نے میدان عمل میں وہ جذبہ بخشا کہ صرف گیارہ برس کی عُمر میں اپنے عظیم باپ کا جُبہ پہن کر خدا کے حضور سجدہ ریز ہو گئے اور اسلام کی سربلندی کے لئے رو رو کر دُعا کی اور یہ عہد بھی اپنے رب سے کیا کہ زندگی بھر کبھی نماز نہ چھوڑوں گا۔ گیارہ برس کی عُمر میں ایک بچے کا وہ کیسا عزم تھا کہ جس نے دُنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔ وہ خدا نُما انسان خدا کا ایک جلوہ تھا جس کی روشنی سے اک عالم کو آب و تاب ملی۔

بچپن میں خرابیٔ صحت کے باعث دُنیاوی تعلیم کی ڈگریاں تو نہ حاصل کر سکے قُرآن اور حدیث کا علم باقاعدگی سے حاصل کیا، ایک بلند پایہ مُصنف، شاعر، اور بلا کے خطیب تھے۔ ایسی ایسی پُرمعارف کُتب تصنیف فرمائیں جو دُنیاوی اور دینی مُعارف کے لحاظ سے ایک گرانقدر حیثیت رکھتی ہیں، میٹرک تک تعلیم ہونے کے باوجود دُنیاوی علوم پر مکمل دسترس تھی گھنٹوں علم و حکمت کے وہ خزانے لُٹاتے کہ اپنے تو اپنے غیر از جماعت اور دیگر اقوام کے باشندے بھی اس علم و معرفت کے سمندر میں ورطۂ حیرت سے ڈوب جاتے۔ ذہانت اور فطانت میں کوئی ہم پلہ نہ تھا۔ آپؓ کی تصنیف کردہ متعدد کُتب کے علاوہ آپ کی لکھی ہوئی قرآن پاک کی زبردست تفاسیر، تفسیر صغیر اور تفسیر کبیر دُنیا کی ہر تفسیر کے مقابلہ میں گنج ہائے گرانمایہ کی وہ حیثیت رکھتی ہیں کہ رہتی دُنیا تک اہل علم و دانش ان علوم کے چشموں سے فیض یاب ہوتے رہیں گے۔ چونکہ خدا یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اس موعود بیٹے کو سارا علم خُدائے علیم و برتر عطا فرمائے گا اس لئے ابتدائی دُنیاوی تعلیم کے زمانہ سے ہی ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ دُنیا یہ جان لے کہ وہ خدا جب اپنی قُدرت نمائی کے معجزے دکھاتا ہے تو بظاہر ایک اُمی کو اپنی خاص تائیدات سے نوازتا ہوا اسے اپنے ایسے علوم سے نوازتا ہے جو اُس کی صداقت پر مہر ہوتے ہیں۔ ایک ایسا انسان جو دُنیا کے تعلیمی معیار کے لحاظ سے معمولی تعلیم کا حامل ہو وہ صرف اور صرف خُدائے علیم کے ودیعت کردہ علم سے ہی ایسے علم و معرفت کے نکات سے لبریز حقائق بے شمار تفاسیر و کُتب اور تقاریر میں بیان کر سکتا ہے۔

وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ کا وعدہ رب رحیم نے بڑی شان و نُصرت کے ساتھ پورا کیا۔ الحمدُللہ

آپ کے دورِ خلافت میں اللہ تعالیٰ کی خاص الخاص تائید و نُصرت

کے عظیم وعدے پورے ہوتے دُنیا نے اُس وقت بھی دیکھے جب مُبلغین کی کثیر تعداد کو ایک خاص حکمت عملی کے تحت دُنیا کے کونے کونے میں تبلیغی مراکز کے قیام کے لئے بھجوایا گیا، اور خُدائے لازوال نے تبلیغ کے میدان میں اپنی خاص مدد کے ساتھ کامیابیوں سے نوازتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کے اس الہام کو آپ کے دور میں بڑی شان کے ساتھ پورا کیا کہ

''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''

حضرت مُصلح موعودؓ کی فہم اور فراست نے جماعت کے مُستقبل میں پیش آئندضروریات کے پیش نظر مرد وزن اور بچوں کو انصاراللہ، خدام الاحمدیہ، لجنہ اماءاللہ، ناصرات الاحمدیہ، اور اطفال الاحمدیہ کی زبردست تنظیمات کی لڑی میں پرو دیا، جس کی وجہ سے ایک ایسا ڈھانچہ تشکیل پایا کہ جس نے ہمیشہ کے لئے اخلاقی، روحانی، اور تعلیمی ترقی کے لئے ایک لائحہ عمل دے دیا، اور جماعت کو مضبوط بُنیادوں پر کھڑا کر دیا گیا۔

ربوہ کی سرزمین اس بات کی ہمیشہ گواہ رہے گی کہ کیسے اس بے آباد و بنجر جگہ کو گُلستان بنایا گیا۔ہجرت کے بعد نامساعد حالات اور محدود وسائل کے باوجود سالار قافلہ کا اپنے قافلے کو دُعاؤں، اُمیدوں اور عزم و ہمت کے ساتھ ایک ایسی جگہ بسانا جہاں حشرات الارض اور موذی جانوروں کا بسیرا ہو، جہاں میٹھے پانی کو زمین ترستی ہو، اگر ساتھ تھا تو صرف اور صرف خُدائے لم یزل کی لامحدود قوت، مدد اور توکل کا کہ جس کی تائیدات سماوی نے جنگل میں منگل کا سماں محض اپنی خاص نُصرت سے پیدا کیا، فالحمدُللہ علیٰ ذالك۔

اللہ جلشانہ کی عطا کردہ خاص الٰہی تحریکات کے مدنظر آپ کے ذہن رسا نے جماعت کی پیش آئندہ مالی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے دو تحریکات کے منصوبے جماعت کے سامنے پیش کئے۔جنہیں تحریک جدید، اور تحریک وقف جدید کا نام دیا گیا۔ ان کے مقاصد کی تفاصیل بیان فرماتے ہوئے آپ نے اپنی جماعت کو اپنی روزمرہ کی زندگی میں سادگی کی تلقین کرتے ہوئے مالی قُربانی کے اصل مفہوم سے آگاہ کیا، نیز اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ ہاتھ سے کام کرنے کو کسرشان نہ سمجھا جائے، کوئی احمدی فارغ نہ بیٹھے چھوٹے پیمانے پر کام کرکے، کما کر بھی دین کی راہ میں خرچ کرنا ایک افضل نیکی ہے۔ان دو بابرکت تحریکات کو دیگر الٰہی تحریکات کی طرح اللہ تعالیٰ نے زبردست کامیابیوں سے نوازا اور ان کامیابیوں کے پھل جماعت احمدیہ پر بارش کے قطروں کی صورت میں نازل ہوئے اور ہوتے چلے جائیں گے۔ان شاءاللہ۔

آپ کی دُوربین نگاہوں نے سارے عالم اسلام کی قوموں کو پیش آئندہ خطرات سے بچنے کا ایک جامع اور مفصل حل پیش کیا اور یہ انتباہ کیا کہ اسرائیل کے قیام کے ساتھ مُسلمانوں کو کیا خطرات درپیش ہوں گے، آپ ہی نے حضرت چوہدری ظفراللہ خان صاحب کو یہ تحریک کی کہ برٹش پارلیمنٹ میں پاکستان کا نکتہ نگاہ پیش کیا جائے۔ پھر کشمیریوں کے حقوق خودارادیت کے لئے فُرقان بٹالین کشمیر فورس کی داغ بیل ڈالی اور جماعت کے نوجوانوں کو اس میں شمولیت کی تحریک فرمائی اور خُود بنفس نفیس اس حصہ لیا۔

غرض اسلام کا یہ بطل جلیل مُسلمانوں کے لئے ہر محاذ پر کھڑا ہوا، خواہ وہ ہندوستان میں تھا یا فلسطین میں افریقہ میں یا امریکہ میں۔ ایسے عظیم الشان وجود صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں اور اپنے مُحیر العقول کارناموں سے تاریخ کا رُخ موڑ دیتے ہیں۔

غرض حضرت مُصلح موعودؓ مرزا بشیرالدین محمود احمدؓ کا بابرکت وجود فی نفسہ رب ذوالجلال کی خاص تائیدات ومعجزات کا مظہر تھا، اللہ کی مدد ان کے دم بقدم ہر آن جلوہ گر تھی۔

پیشگوئی کے الفاظ کے مُطابق واقعی وہ صاحب شکوہ اور عظمت کا وارث تھا، فتح اور نُصرت کی کلید اُسے عطا ہوئی، اور وہ رحمت غیوری سے نوازا گیا پھر کامیابی کی راہیں استوار کرتا ہوا 52سال خلافت کے عرصہ تک باران رحمت کی طرح جماعت پر برسا اور پھر عظیم الشان پیشگوئی کے مطابق 8نومبر 1965ء کو اپنے نفسی نُقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا گیا۔

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اُس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اِک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اِک دل کی غذا دی
فَسُبحَانَ الَّذِی اَخزَی الاَعَادِی

☆...☆...☆

بقیہ: دورِ مصلح موعود اور فِن لینڈ...... از صفحہ 33

سے 2حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا، ایسٹ یورپ کے انچارج محترم شیخ ناصر احمد صاحب جو سوئیٹزرلینڈ میں رہتے تھے اور ویسٹ یورپ کے انچارج محترم چوہدری عبداللطیف صاحب تھے جو ہیمبرگ میں رہتے تھے۔حضرت چوہدری ظفراللہ خان صاحبؓ کا مشورہ تھا کہ چونکہ گوٹن برگ سویڈن جو کہ کوپن ہیگن ڈنمارک، اوسلو ناروے اور سٹاک ہالم سویڈن کا سینٹر بنتا ہے اس لے سکینڈینویا کا مرکز گوٹن برگ ہونا چاہیے اس لیے اس مشوہ کے مطابق محترم کمال صاحب کو گوٹن برگ کے لیے بھیجا گیا اور آپ وہاں جانے کے لیے ہمبرگ میں محترم چوہدری عبداللطیف صاحب کے پاس ہیمبرگ پہنچے وہاں حضرت چوہدری ظفراللہ خان صاحبؓ نے پیغام بھجوایا ہوا تھا کہ چونکہ میں ہیگ نیدرلینڈ سے چھٹیوں پر کار پر فن لینڈ جارہا ہوں تو میرے ساتھ چلیں۔"یوں محترم کمال صاحب ومکرم چوہدری عبداللطیف صاحب ایک صحابی مسیح موعودؑ کی معیت میں گوٹن برگ پہنچے۔

یعنی محترم کمال صاحب کو گوٹن برگ تک رستے میں جس عظیم شخص کی معیت نصیب ہوئی وہ خلافت کا ایسا مطیع وفرمابردار تھا کہ ہم سب کے لیے اسوہ ہے اور دوسری چیز جو نظر آتی ہے وہ ان کا فن لینڈ پر چھٹیاں گزارنے کے لیے جانا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ حضرت چوہدری سر ظفراللہ خان صاحبؓ کا خاص تعلق تھا اس زمین سے کیونکہ مختلف تحریرات اور واقعات سے آپ کے فن لینڈ کے دوروں کا پتہ چلتا ہے، مضمون کے اختتام پر اس شخصیت کا ذکر کرنا بھی سعادت ہو گی کہ جس کی دنیاوی ترقیات اور ذمہ داریوں کا اکثر حصہ دورِ مصلح موعود سے ہی وابستہ ہے اور جس کے بارے میں خود حضرت مصلح موعودؓ اپنے ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے جس میں آپ نے چوہدری صاحب کو اپنے بیٹے کے طور پر دیکھا یہ فرماتے ہیں ''عزیزم چودھری ظفراللہ خان صاحب نے ساری عمر دین کی خدمت میں لگائی ہے اور اس طرح میرا بیٹا ہونے کا ثبوت دیا (میری بیماری کے موقع پر تو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ان کو میرا بیٹا ہونے کا ثبوت دیا) بلکہ میرے لیے فرشتہ رحمت بنا دیا۔''

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ ۲۷ مئی ۲۰۲۰)

دورِ مصلح موعودؓ میں آپ کے یہ بیٹے حضرت چوہدری صاحبؓ مختلف اوقات اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کی خاطر فن لینڈ میں تشریف لاتے رہے جس کا ثبوت فن لینڈ کے وہ اخبارات ہیں جن میں آپ سے متعلق خبریں و تصاویر چھپتی رہیں۔ یقیناً ایک طرح سے فن لینڈ کی قوم خوش قسمت ہے کہ جس کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ کو اللہ نے کشف بھی دکھایا پھر پہلے تقرری جب آپ نے محترم کمال صاحب کی کی تو ان کو بطور خاص فن لینڈ جاکر ترک لوگوں سے رابطے کا کہا نیز حضرت مصلح موعودؓ کے روحانی فرزند کے قدموں سے یہ سرزمین بارہا فیض یاب ہو کے بابرکت ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ہزاروں رحمتیں حضرت مصلح موعودؓ پر نازل فرمائے جو آنحضرت ﷺ کے دین کی خاطر اپنا آپ بھلا بیٹھے تھے اور اس مقصد کی خاطر جو آپؐ کے غلام صادق مسیح موعودؑ کا تھا، کے لئے دن رات اسی کی تکمیل کی سعی میں رہے اور آپ نے وہ وجود اپنے پاک مسیحی نفس سے تیار کیے جو آپؓ کے مشن کو آگے بڑھاتے رہے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آپؓ کے مشن اور مقصد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

English Translation of the caption: As previously mentioned, the host country is currently being visited by a

__. A Permanent Representative of India's Political and Commercial Life, Country Minister of Trade Mohammed Zafrulla Khan. On Tuesday evening, Foreign Minister Holsti had invited to dinner the tall guest who is seen in our picture with his host.

(Hufvudstadsbladet 214, 2p. 12.08.1937, page 1)

(Maaseudun Tulevaisuus 90, 14.08.1937, page 7)

بقیہ: امریکن عیسائی مشنری زویمر کی قادیان آمد... از صفحہ 34

other magazines; and correspondence is carried on with London, Paris, Berlin, Chicago, Singapore, and all the Near East; pigeon-holes filled with possibilities; shelves crowded with encyclopedias, dictionaries, and anti-Christian philosophies; an armory to prove the impossible; a credulous faith that almost removes mountains,»

(Across the World of Islam by S. M. Zwemer page 316,317 Fleming H. & Revell Company New York 1929)

ترجمہ: لاہور سے ہم گورداسپور اور آگے قادیان گئے جو کہ ''پنجاب کے مسیح موعود'' اور احمدیہ جماعت کی جنم بھومی تھی۔ ہمارا استقبال نہایت والہانہ تھا، اصل میں انھوں نے ایک اور سٹیشن پر ہمارے لیے بندہ بھیجا تھا اور ہمیں دعوت دی تھی کہ ہم (قادیان میں) گھنٹوں کی بجائے دن گزاریں۔ انھوں نے ہمیں اپنی بہترین میزبانی پیش کی اور ہم نے وہ سب کچھ وہاں دیکھا جو دیکھنے کے لیے تھا۔

نہ صرف یہ کہ ''ریویو آف ریلیجنز'' یہاں سے شائع ہوتا ہے بلکہ تین اور رسالے بھی۔ لندن، پیرس، برلن، شکاگو، سنگاپور اور تمام مشرق قریب کے ساتھ خط وکتابت کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ چھوٹے چھوٹے دفاتر ہر قسم کے دستیاب ہونے والے سامان، مختلف قسم کی انسائیکلو پیڈیا، ڈکشنریوں اور عیسائیت کے خلاف لٹریچر سے بھرے پڑے ہیں۔ یہ ایک اسلحہ خانہ ہے جو ناممکن کو ممکن بنانے کے لئے تیار کیا گیا ہے اور زبردست عقیدہ ہے جو پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہلا دیتا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے پُرمعارف الفاظ میں تقویٰ و پارسائی کا عرفان

از م۔ا۔د

ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ہاں مبشر اولاد کی بشارت دی تھی جس کی روشنی میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے 20فروری 1886ء کو نو سال کے اندر ایک عظیم الشان پسرِ موعود کے پیدا ہونے کی پیشگوئی فرمائی۔ چنانچہ یہ دن جماعت میں یومِ پیشگوئی مصلح موعود کے نام سے جانا جاتا ہے۔ پیشگوئی کے عین مطابق وہ موعود فرزند 12جنوری 1889 کو قادیان میں پیدا ہوا، جسے مرزا بشیر الدین محمود احمد کا نام دیا گیا۔ آپ بہت جلد جلد بڑھے اور علومِ ظاہری و باطنی سے ایسے پُر کئے گئے کہ مشکل سے مشکل مضامین کو نہایت آسان فرما دیا۔ آپ نے تعلیم و تجدیدِ دین کے لئے ہر جہت سے کوششیں کیں اور اپنے اقوال و افعال سے نیکی کی راہیں متعیّن فرمائیں۔ چنانچہ ذیل میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے تقویٰ سے متعلق چند بیش قیمت ارشادات پیش کئے جا رہے ہیں۔

تقویٰ کے معنی

’’اصل معنی تقویٰ کے، حفاظت کے وہ سامان جمع کرنا ہیں جو ترقی کا موجب ہوں۔ اور ہلاکت سے بچانے والے ہوں۔ اس بات کو مدِّ نظر رکھ کر تقویٰ اللہ کی حقیقت بخوبی معلوم ہوسکتی ہے۔ مگر جب انسان ہمیشہ اور ہر وقت کسی نہ کسی چیز کے حاصل کرنے اور کسی نہ کسی چیز کو مضر سمجھ کر اس سے بچنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے: یَآ أَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ۔ (النساء:2) اے لوگو! اللہ کا تقویٰ لو۔ اس گُر کو حاصل کرو جس سے تمام مصیبتوں کے دروازے بند ہوجائیں اور تمام کامیابیوں کے دروازے کُھل جائیں۔ جب تم اس کے لئے اور کوششیں کرتے رہتے ہو تو کیوں خدا کو نہ کہو کہ ہماری سب مشکلات کو حل کر دے اور ہمیں ہر کام میں کامیاب کر دے۔ یہ کامیابی حاصل کرنے اور ہلاکتوں سے بچنے کا سب سے اعلیٰ گُر ہے کہ جس کے قبضہء قدرت میں سب کچھ ہے اس کے آگے انسان اپنے آپ کو ڈال دے۔‘‘

(خطباتِ محمودؓ جلد سوم ص68۔ازفضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

’’اس لفظ (تقویٰ) کا استعمال دینی کتب کے محاورہ میں معصیت اور بری اشیاء سے بچنے کے ہیں۔ اور خالی ڈر کے معنوں میں یہ لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ وقایہ کے معنیٰ ڈھال یا اس ذریعہ کے ہیں جس سے انسان اپنے بچاؤ کا سامان کرتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اتّقاء جب اللہ تعالیٰ کے لئے آئے تو انہیں معنوں میں آتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنی نجات کے لئے بطور ڈھال بنا لیا۔‘‘

(تفسیر کبیر از حضرت مصلح موعودؓ جلد اوّل ص73)

’’اس کا یہ مطلب نہیں کہ مجھ سے اس طرح ڈرو جس طرح نقصان رساں چیزوں سے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ تو خود اپنے بندوں کو اپنی طرف بلاتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے۔‘‘

(تفسیر کبیر از حضرت مصلح موعودؓ جلد چہارم ص127)

تقویٰ کی تعریف

’’تقویٰ اللہ کہنے کو تو چند لفظ ہیں جو آسانی سے کہے جاسکتے ہیں لیکن عمل میں تقویٰ ایک نہایت ہی مشکل بات ہے۔ ایک بزرگ نے تقویٰ کی یہ تعریف بیان کی ہے کہ ایک شخص نے کھلے کھلے کپڑے پہنے ہوئے ہوں جو اِدھر اُدھر لٹکتے جا رہے ہوں اور اس نے ایک ایسے تنگ راستے سے گزرنا ہو جس سے صرف ایک ہی شخص گزر سکتا ہے۔ اور اس راستہ کے دونوں طرف خاردار جھاڑیاں ہوں جن کے کانٹے قدم قدم پر اس کے کپڑوں کو کھینچتے ہوں ایسی جگہ سے جس طرح یہ شخص اپنے تمام کپڑے سمیٹ کر صحیح و سلامت گزر جاتا ہے اور اپنے کپڑوں کو پھٹنے نہیں دیتا۔ اسی طرح وہ شخص جو اپنی زندگی میں دنیا کی تمام آلائشوں اور تمام گندوں اور تمام ناپاکیوں سے گزر جائے اور اپنے کپڑوں کو ناپاک نہ ہونے دے، اس کا نام تقویٰ اللہ ہے۔۔۔صرف یہی ایک طریق ہے جس سے انسان دنیا میں اپنے کاموں اور ارادوں میں کامیابی حاصل کرسکتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے: کہ اے مومنو! متقی بن جاؤ۔ اس بزرگ نے تقویٰ کے معنی بہت درست کئے ہیں۔ تقویٰ کے معنی بچاؤ کرنے کے ہیں۔ انسان کا نفس جسم ہے۔ پاکیزگی اور طہارت اس کا لباس ہے اور دنیاوی پالیدیاں اور گندگیاں کانٹے ہیں جو ہر وقت پاکیزگی اور طہارت کے لباس کو پھاڑنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ انسان کا یہ کام ہے کہ اپنی ساری زندگی میں اس راستہ میں صحیح و سلامت گزرنے کی کوشش کرے اور اس کو ایک تنگ راستہ سمجھے۔‘‘

(خطباتِ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جلد اول ص283)

صحبتِ صادقین

’’خدا تعالیٰ نے اسی لئے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ (التوبہ:119) یعنی اگر تم اپنے اندر تقویٰ کا رنگ پیدا کرنا چاہتے ہو تو اس کا گُر یہی ہے کہ صادقوں کی مجلس اختیار کرو تا کہ تمہارے اندر بھی تقویٰ کا وہی رنگ تمہارے نیک ہمسایہ کے اثر کے ماتحت پیدا ہو جائے جو اس میں پایا جاتا ہے۔ پس جماعت کی تنظیم اور جماعت کے اندر دینی روح کے قیام اور اس روح کو زندہ رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر شخص اپنے ہمسایہ کی اصلاح کی کوشش کرے۔ کیونکہ ہمسایہ کی اصلاح میں ہی اُس کی اپنی اصلاح ہے۔ ہر شخص جو اپنے آپ کو اس سے مستغنی سمجھتا ہے وہ اپنی روحانی ترقی کے راستہ میں خود روک بنتا ہے۔

(تمام جماعتوں میں انصار اللہ کی تنظیم ضروری ہے، انوار العلوم جلد 17 ص 424)

نکاح کی غرض تقویٰ ہو

’’نکاح کی سب سے بڑی غرض تقویٰ ہونی چاہئے۔ اسلام کا فخر اور حقیقت یہی ہے کہ تمام امور کو خدا تعالیٰ کی طرف پھیر کر لاتا ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی بات ہو یا بڑی سے بڑی، ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام اسے بھی آخر کار خدا کی طرف لے آتا ہے۔۔۔اسی طرح نکاح میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری توجہ کو خدا تعالیٰ کی طرف پھیرا ہے کہ نکاح میں تقویٰ اللہ مدِّنظر رکھو۔ نکاح میں کئی غرضیں ہوتی ہیں مگر مسلم کی صرف ایک ہی غرض ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کا تقویٰ حاصل ہو۔۔۔غرض اسلام کی غرضِ وحید تقویٰ اللہ ہے اور مومن کو نکاح میں بھی یہی غرض مدِّنظر ہونی چاہئے۔‘‘

(خطباتِ محمود جلد سوم ص187۔ازفضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

تقویٰ ہی میں ساری عزّت

’’پس جو تقویٰ کے علاوہ کسی اور عزت کا خواہاں ہے وہ جاہل ہے یا مفسدانہ خیالات رکھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ غرض تقویٰ ہی میں ساری عزت ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو کسی چیز کے قابل نہ سمجھے۔ خود کو خدا تعالیٰ کی پناہ میں لے آئے اور اسی سے طاقت حاصل کر کے دنیا کا کام کرے اور اسی سے علم پا کر بولے اور اسی کو سب کچھ سمجھے اور ساری دنیا کو ایک مردہ کیڑا سمجھے اور فخر اور عُجب اور تکبر اور ریاء اپنے دل کے اندر پیدا نہ ہونے دے۔ تب جا کر انسان اللہ تعالیٰ کی محبت کی نگاہ کا مورد بنتا ہے۔‘‘

(مشعلِ راہ جلد دوم ص217۔ شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

تقویٰ کا اعزاز

’’قرآن کریم میں دو پارسا عورتوں کا ذکر آتا ہے، جن میں سے ایک فرعون کی بیوی ہے۔ فرعون کو توفیق نہیں ملی لیکن اس کی عورت نے تقویٰ اختیار کیا اور اس نے مذہب کی ضرورت کو سمجھا اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائی اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآن کریم میں بطور مثال کے کیا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر اور فضیلت کیا ہوسکتی ہے کہ اس کتاب میں جو ہمیشہ کے لئے ہے اُس کا ذکر آیا ہے جس کی وجہ یہی ہے کہ چونکہ اس نے سمجھ لیا تھا کہ جو فرائض مذہب کے متعلق مردوں کے ہیں وہی عورتوں کے بھی ہیں۔ دوسری مثال مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ تھیں۔ اس زمانے میں گمراہی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی، انہوں نے ایسی پرہیزگاری دکھائی کہ ان کے بیٹے نے نبوّت حاصل کر لی۔ دنیا پر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بڑا احسان ہے لیکن حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کا بھی بڑا احسان ہے۔ کیونکہ ان کی تربیت سے ایک ایسا انسان بنا جس نے دنیا پر بڑا احسان کیا۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ وہ بڑی متقی اور پرہیزگار عورت تھی۔ اُن کے بچے نے ان سے تقویٰ سیکھا۔ سو دیکھو قرآن کریم میں جہاں حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہے ساتھ ہی حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کا ذکر بھی موجود ہے۔‘‘

(الازھار لِذواتِ الخِمار مرتبہ مریم صدیقہ ص ۱۵)

تقویٰ مغفرت کا موجب ہے

’’یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا (الاحزاب:71) کہ اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور قولِ سدید اختیار کرو۔ اس آیت میں دونوں پہلو بیان کئے گئے ہیں، ماضی کا بھی اور مستقبل کا بھی۔ ماضی کا پہلو چونکہ انسان کے قبضہ سے نکل جاتا ہے اس لئے اس سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اللہ کو رکھا کہ ماضی کی مشکلات سے نکلنے اور گزشتہ گناہوں کو معاف کرانے کے لئے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اور اسے اپنی ڈھال بنا کر ماضی کے حالات سے لڑو۔ جب اللہ تعالیٰ ڈھال بن جائے گا تو پھر ماضی کے بد اثرات کا اثر بھی جاتا رہے گا۔۔۔پس خدا تعالیٰ نے غفران کے لئے اِتَّقُوْا اللّٰہ رکھا ہے کہ گناہوں کے بخشوانے کے لئے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو یعنی اللہ تعالیٰ کو بطور ڈھال گناہوں کے مقابلہ میں رکھو تو خدا تعالیٰ خود ان کو دور کر دے گا۔۔۔پس ماضی کے نقصانات سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ علاج بتایا کہ تقویٰ اختیار کرو اور مستقبل کو درست کرنے کے لئے قولِ سدید اختیار کرنے کا حکم دیا۔‘‘

(خطباتِ محمود جلد سوم ص439-438ازفضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

عملی نمونہ

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ آپ کے تقویٰ کا ایک عملی نمونہ بیان کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں:۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ایک دفعہ کشمیر تشریف لے گئے اور ریچھ مارنے کا لائسنس لیا ہوا تھا۔ دورانِ سفر احمدیوں کی آبادی میں فروکش ہوئے اور شکار کے لئے ایک پہاڑی جنگل میں داخل ہو گئے۔ لوگوں نے آوازوں سے ہانکنا شروع کیا تو ایک مشک والا ہرن نمودار ہوا اور بالکل سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ رائفل حضور رضی اللہ عنہ کے کندھے کے ساتھ لگی ہوئی تھی اور نالی شکار کی طرف تھی۔ ساتھی بے قرار ہو رہے تھے کہ ایسا نایاب شکار سامنے کھڑا ہے، کیوں فائر نہیں کیا جا رہا۔ حضور رضی اللہ عنہ نے یکدم رائفل نیچے کر دی تو وہ ہرن بھاگ گیا۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہرن کے شکار کا لائسنس نہ ہونے کی وجہ سے میرے لئے اس پر فائر کرنا جائز نہیں تھا۔ گھر پہنچ کر بعض لوگ جو ساتھ تھے کہنے لگے کہ ایسے عمدہ شکار کو چھوڑ دیا گیا جبکہ ہم تو شکار میں اتنی احتیاطیں نہیں کیا کرتے۔ ان بے چاروں کو معلوم نہیں تھا کہ اگر ایسی احتیاطیں نہ کی جائیں تو تقویٰ جاتا رہتا ہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 19جون 1962ص 3۔4)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تقویٰ و پارسائی کا عرفان اور اس کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین

تحقیق و ترجمہ: طاہر احمد فن لینڈ

’’زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔‘‘

دورِ مُصلح موعودؓ اور فن لینڈ

POSTISTAMME

USKONTOJEN MAAILMAN-KONGRESSI. — P. P. N. S.

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اشتہار 20فروری 1886ء میں فرمایا:’’زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 101۔102)

’’میں مامور نہیں مگر میری آواز خدا تعالیٰ کی آواز ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اس کی خبر دی تھی۔ گویا اس خلافت کا مقام ماموریت اور خلافت کے درمیان کا مقام ہے اور یہ موقع ایسا نہیں ہے کہ جماعت احمدیہ اس کو رائیگاں جانے دے اور پھر خدا تعالیٰ کے حضور سرخرو ہو جائے۔جس طرح یہ بات درست ہے کہ نبی روز روز نہیں آتے اسی طرح یہ بھی درست ہے کہ موعود خلیفے بھی روز نہیں آتے۔‘‘

(ماخوذ از خطابات شوریٰ جلد 2 صفحہ 18-19بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ 20 فروری 2015ء)

اوپر موجود دونوں مقامات پر جس شخصیت کا ذکر ہے ،وہ ہیں سیدنا حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح موعود رضی اللہ عنہ جو آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے غلامِ صادقؑ کی پیشگوئیوں کے مظہر تھے۔ خاکسار جب "حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں اور وفات پر فن لینڈ کے اخبارات میں ذکر’’ کے موضوع پر لکھ رہا تھا (جو کہ الفضل آن لائن مورخہ 5جنوری 2021ء میں چھپ چکا ہے) تو کچھ تحریریں ایسی ملیں تو خیال گزا کہ یہ تاریخی حوالہ جات الفضل میں مضمون کی صورت میں لکھ کر تاریخ اور قارئین کے لیے محفوظ کر دینے چاہیں۔

اصل مضمون کی طرف آنے سے پہلے کچھ تمہیدی باتیں بیان کر دوں کہ سکینڈے نیویا بشمول فن لینڈ وہ خوش قسمت علاقہ ہے کہ جس کا ذکر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے آخری زمانہ یعنی دجال کے زمانہ کے تعلق میں کیا ہے کہ اس زمانہ میں چھ ماہ دن اور چھ ماہ رات ہو جایا کرے گی، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمۃ اللہ نے دورہ جرمنی میں مجلس سوال جواب میں اس کی وضاحت فرمائی کہ "اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ساری زمین پر ایسا ہوگا بلکہ یہ مراد تھی کہ اس زمانہ میں لوگوں کے علم میں یہ بات آجائے گی کہ زمین کے انتہائی شمال میں ایک رات چھ مہینے کی اور ایک دن چھ مہینے کا چڑھتا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا ہو گا تو صحابہ میں سے کسی نے

English Translation of the caption: As previously mentioned, the host country is currently being visited by a

__. A Permanent Representative of India›s

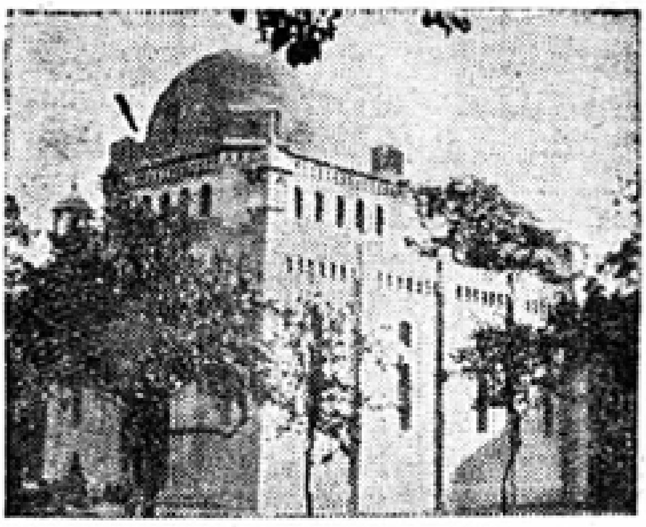

ISLAMI ENGLANNISSA.

Southfieldin uusi moskeija.

Ensimäinen puhtaasti muhamettilaisilla varoilla Englantiin rakennettu moskeija on valmistunut ja avattu käytäntöön. Moskeija sijaitsee Lontoon esikaupungissa Southfieldissa, ja sen juhlallisen avauksen toimitti muutama viikko sitten khaani Bahadur Shaik Abdul Qadir, Punshabin lakiasäätävän neuvoston ent. puheenjohtaja ja Intian valtuutettu kansainliiton äskeisessä yleiskokouksessa.

Political and Commercial Life, Country Minister of Trade Mohammed Zafrulla Khan. On Tuesday evening, Foreign Minister Holsti had invited to dinner the tall guest who is seen in our picture with his host.

(Hufvudstadsbladet 214, 2p. 12.08.1937, page 1)

سوال کیا کہ یا رسول اللہ! ہم پر ایک دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں تو کیا ایسے وقت میں ہم چھ مہینے میں صرف پانچ نمازیں پڑھیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں تمہارا جو معمول کا دن ہے چوبیس گھنٹے کا اس کے مطابق خدا تعالیٰ نے پانچ نمازیں اور تہجد تجویز فرمائی ہیں۔ اسی طرح ہر چوبیس گھنٹے میں اس لمبے دن اور رات میں بھی تمہارا معمول ہونا چاہئے۔ چنانچہ اسی حل پر ہم عملدرآمد کرتے ہیں۔‘‘(مطبوعہ :الفضل انٹرنیشنل 11جون 1999ء تا15جولائی 1999ء) یہاں بھی کئی مقامات پر گرمیوں میں سورج یا تو غروب نہیں ہوتا یا پھر سردیوں میں طلوع نہیں ہوتا یا دن و رات میں انتہائی کم وقت ہوتا ہے تو اس حوالے سے یہاں رہنے والے باسیوں کو خلافت کی برکت اور راہنمائی سے آنحضور ﷺ کی براہِ راست ہدایت پر عمل کرنے کی توفیق مل رہی ہے جو سید الانبیا ﷺ نے تقریبا 1500 سال پہلے اس مخصوص علاقہ کے بارہ میں فرمائی تھی۔ الحمد اللہ

اسی آخری دور میں ہی آپ ﷺ نے ایک مسیح و مہدی کی آمد کی اطلاع دی تھی اور اس کی موعود اولاد کی بھی، مسیح موعودؑ کی زندگی ہی میں اللہ نے آپ کا ذکر، دعویٰ اور تبلیغ فن لینڈ پہنچا دیا تھا پھر آپ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کا فن لینڈ سے غائبانہ تعلق حضرت چوہدری ظفراللہ خانؓ کے ساتھ خط و کتابت اور راہنمائی کی صورت میں جاری رہا۔

INDIENS HANDELSMINISTER HOS HOLSTI

Såsom tidigare omtalats gästas vårt land för närvarande av en framstående representant för Indiens politiska och kommersiella liv, landets handelsminister Mohammed Zafrulla Khan. På tisdagskvällen hade utrikesminister Holsti till middag inviterat den höga gästen som på vår bild ses tillsammans med sin värd.

پھر دورِ مصلح موعود میں وہ ترقیات ہوئیں جن سے دنیا قیامت تک مستفیض ہوتی رہے گی اس کی کچھ جھلک ہمیں اُس وقت کے فن لینڈ کے اخبارات میں بھی نظر آتی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے 1924ء میں ایک طویل دورہ مغرب کا کیا اور جب آپ اپنے خدام کے ساتھ ویمبلے کانفرنس میں شرکت اور مسجد فضل لنڈن کا سنگ بنیاد رکھنے کے بعد چند روز تک فرانس کے دارالحکومت پیرس میں قیام پذیر رہے، تو جب وہاں ایک نیوز ایجنسی کے نمائندہ نے آپ سے سفر کا مقصد پوچھا تو آپ نے فرمایا:

’’میں اس غرض سے یورپ میں سفر کر رہا ہوں کہ یورپ کی مذہبی حالت کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر صحیح اندازہ کروں جس سے مجھ کو ان ممالک میں اشاعت اسلام کے لیے ایک مستقل سکیم تیار کرنے میں مدد ملے۔ اور میرا یہ مقصد ہے کہ چونکہ میں دنیا میں صلح کا جھنڈا بلند کرنا چاہتا ہوں میں دیکھوں کہ مشرق اور مغرب کو کون سے امور ملا سکتے ہیں۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد 11،صفحہ نمبر 9)

حضرت مصلح موعودؓ کی مذاہب عالم کانفرس میں شمولیت کی خبر فنش اخبار میں:

اِسی دورہ کے ابتداء میں "Suomen Kuvalehti" جو کہ فنش زبان کا اخبار ہے اور آج تک پبلش ہو رہا ہے نے اپنے ستمبر ۱۹۲۴ء کے شمارہ میں حضور رضی اللہ عنہ کی لندن میں ورود مسعود کے بعد ہاتھ اٹھا کہ اجتماعی دعا کرنے کی تصویر شائع کرتے ہوئے کیپشن میں لکھا:

ترجمہ: ’’ورلڈ کانگریس آف ریلیجنز۔ عالی اقدس خلیفۃ المسیح ثانی اپنے حوارین کے ساتھ لندن پہنچ گے ہیں، جہاں اُن کا پہلا عمل ایک خاموش دُعا تھا‘‘

(Suomen_Kuvalehti_37_13_09_1924)

مسجد فضل لندن کے افتتاح کی خبریں فن لینڈ کے اخبارات میں:

لندن مسجد جس کا قیام بلاشبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے عظیم الشان کارناموں میں سے ایک ہے اور جس نے مستقبل میں پورے یورپ کو اسلام کی روشنی سے منور کیا اور یورپ میں مسجدوں کے قیام کی ابتداء ثابت ہوئی، کے بارے میں فنش زبان کے ایک اخبار "Uusi Suomi" نے مسجد فضل لندن کی تصویر کے ساتھ مندرجہ ذیل خبر شائع کی۔

انگلینڈ میں اسلام: ساؤتھ فیلڈ کی نئی مسجد

انگلینڈ میں پہلی خالصتاً محمدن (مسلمانوں) کی تعمیر شدہ مسجد مکمل ہو چکی ہے اور اس نے کام شروع کر دیا ہے۔ یہ مسجد لندن کے مضافاتی علاقے

ساؤتھ فیلڈ میں واقع ہے اور اس کا افتتاح کچھ ہفتوں قبل پنجاب قانون ساز کونسل کے سابق چیئرمین اور انڈین جنرل اسمبلی کے نمائندے خان بہادر شیخ عبد القادر نے کیا تھا۔ اس طرح، انگلینڈ میں اب دو مساجد اور متعدد دیگر نجی جگہیں ہیں جہاں اسلام کے خدا کی عبادت کی جاسکتی ہے۔ پہلی مسجد لندن سے چند میل دور ووکنگ میں چند سال قبل تعمیر کی گئی تھی۔ اس کا خیال اور اس پر عمل درآمد تب ایک انگریز اورینٹلسٹ سے ہوا تھا جو برطانوی دنیا کے شہر کے قریب ہی مسلمانوں کے لئے ایک مقدس جگہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔

ساؤتھ فیلڈ کی نئی عبادت گاہ، بطورِ مرکز تعمیر ہوئی ہے اور اس کے رہنماؤں کو امید ہے کہ جلد ہی اسلام کے عقائد پورے ملک میں پھیل جائیں گے۔ یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ کچھ انگریز جو برسوں سے ہندوستان، مصر یا مشرق وسطی کے دیگر ممالک میں مقیم ہیں مذہب تبدیل کر کے مسلمان ہو گئے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق آج برطانوی جزیرہ نما میں اندازاً (پندرہ سو) 1500 انگریز ہیں جو مسلمان مذہب پر یقین رکھتے ہیں۔ ان میں تمام طبقے کے افراد شامل ہیں، ایوان بالا کے ممبر اور سویلین پیشے سے وابستہ انجنیئر لارڈ ہیڈلے انگلینڈ میں بڑے پیمانے پر محمدن (مسلمان) مذہبی کمیونیٹز کے رہنما کے طور پر جانے جاتے ہیں۔

(Uusi Suomi 263, 14.11.1926, page 20)

لوتھرن عیسائیوں کی مشنری سوسائیٹی کی مسجدِ فضل کے افتتاح کی خبر:
Suomen lähetyssanomia جو کہ لوتھرن عیسائیوں کی مشنری سوسایٹی کی طرف سے 1859ء سے باقاعدہ ہر ماہ چھپنے والا میگزین ہے، نے مسجدِ فضل لندن کے افتتاح کی خبر (جس کے الفاظ سے کچھ تعصب بھی چھلکتا ہے مگر حقیقت کو نہ چھپا سکا) ’’Muhamettilainen moskeia Lontooseen‘‘ کے عنوان سے کچھ اس طرح سے چھاپی:

محمدیوں (مسلمانوں) کی مسجد لندن

’’اب تک، انگلینڈ میں لندن کے قریب واقع صرف ووکنگ مسجد ہی تھی۔ وہاں سے، محمدن (مسلم) پروپیگنڈہ اُبھارنے اور محمدیت (اسلام) کو جتنا ممکن ہو سکے اچھے رنگوں میں پیش کرنے کی مستعد کوشش کی جارہی ہے۔ تاہم، پروپیگنڈہ مطلوبہ پھل نہیں دے سکا-----مشنری رویو نے اپنے دسمبر کے شمارہ میں لکھاہے کہ اب محمدیوں (مسلمانوں) نے جنوب مغربی لندن میں ایک مسجد تعمیر کی ہے۔ اس مسجد کا افتتاح 3 اکتوبر کو امیر فیصل نے کرنا تھا لیکن ابن سعود شاہِ نجد و حجاز و نائب شاہ مکہ نے اپنے بیٹے پر سخت پابندی عائد کردی (جسکی وجہ سے) دوسروں کو افتتاحی تقریبات انجام دینے کی اجازت دی گئی۔ دونوں مساجد کا تعلق احمدی فرقہ سے ہے۔ (اس موقع پر) اس فرقے کے سربراہ، مرزا محمود احمد نے ایک اعلامیہ جاری کیا، جس میں تمام انسانیت سے اتحاد اور خدا کی وحدت کا احساس کرنے کی تاکید کی گئی، جس سے سب نے اتفاق کیا۔‘‘

(Suomen lähetyssanomia 1, 01.01.1927 page 19)

دلچسپی کی بات یہ ہے کہ اس خبر سے پہلے اس میگزین نے ایک تفصیلی خبر ’’محمدازم نے اپنی طاقتیں یکجا کر لی ہیں‘‘ کے عنوان کے تحت اس وقت کی مسلمان حکومتوں کی دنیاوی اسلامی خلافت کے اختتام کے بعد اسلامی اقدار نافذ کرنے وغیرہ کی کوششوں سے متعلق 2 میٹنگز کا ذکر کیا ہے اور ان کا تنقیدی جائزہ لیا ہے جن میں سے ایک سعودیہ عرب میں شاہ ابن سعود کے تحت اور ایک مصر میں ہوئی۔ اور اسی کے نیچے جماعت احمدیہ کی نئی مسجد کے افتتاح کی خبر دی جو سچی خلافت کا ایک زندہ نشان ہے اور حضرت مصلح موعودؓ کی دور اندیشی کا ثبوت بھی اور ساتھ ہی باقی مسلم دنیا کے امن اور اسلام کے پھیلاؤ کی نیت بھی واضح کر دیتا ہے کہ کہاں ایک طرف میٹنگز کر کے اسلام کا درد دکھایا جارہا ہے اور عملاً غلط شبیہ پیش کی جارہی ہے اور کہاں جب ایک بامقصد مسجد جو کہ لندن میں پہلی ہے کے افتتاح کے لیے بلایا جاتا ہے تو آخری لمحوں میں انکار ہو جاتا ہے۔ نیز حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے اعلامیہ کے الفاظ ہی شاہد ہیں کہ اسلام کو صحیح طور پر پیش کرنے کا بیڑہ کس نے اٹھایا ہوا تھا۔

یہی خبر ایک اور فنش اخبار "Rauhan Tervehdys" نے بالکل انہی الفاظ میں اپنے 14 جنوری 1927ء کے شمارہ میں شائع کی۔

(Rauhan Tervehdys 2, 14.01.1927, page 2)

ناروے، سویڈن، فن لینڈ اور ہنگری کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ کا ایک کشف:

یکم اگست 2020ء کے الفضل انٹرنیشنل میں الفضل ڈائجسٹ نے ماہنامہ "تحریک جدید" ربوہ ستمبر 2012ء میں سکینڈے نیویا میں احمدیت کی ابتداء سے متعلق طبع ہوئی ایک تحریر شائع کی ہے جس میں تحریر ہے کہ "1932ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے ایک کشف میں دیکھا کہ ناروے، سویڈن، فن لینڈ اور ہنگری کے ممالک احمدیت کے پیغام کے منتظر ہیں۔" 7/اگست 1956ء کو مکرم سیّد کمال یوسف صاحب کی تبلیغ کے نتیجے میں گوٹن برگ سویڈن کی ایک سعید روح کو قبول احمدیت کی توفیق ملی جن کا نام Mr Erickson تھا۔ اُن کا اسلامی نام سیف الاسلام محمود رکھا گیا اور بعد ازاں انہیں سوئٹزرلینڈ کے اعزازی مبلغ کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔"

سبحان اللہ خدا کی کیا عجیب شان ہے اور حضرت مصلح موعودؓ کا کیا تعلق باللہ ہے کہا خود اللہ آپ کو کشفاً بتا رہا ہے کہ ان ممالک بشمول فن لینڈ کے لوگ احمدیت کے پیغام کے منتظر ہیں۔ خدا کے اس پیغام کو آپؓ نے کیسے عملی جامہ پہنایا اور اس کے لیے کس کا انتخاب فرمایا یہ بھی ایک تاریخی واقعہ ہے۔

مکرم ومحترم سید کمال احمد یوسف صاحب کا بطور مبلغ سکینڈے نیویا تقرر:

1956ء میں محترم سید کمال احمد یوسف صاحب کی تقرری حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے سکینڈے نیویا کے لیے فرمائی۔ محترم کمال صاحب حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے ملنے والی ہدایات کے بارے میں ایم۔ٹی۔اے کے پروگرام حکایاتِ صدق ووفا قسط نمبر 32 میں بیان کرتے ہیں کہ "ایک دفعہ نائب وکیل التبشیر صاحب مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے تو حضور نے غالباً عصر کی نماز تھی، حضور نے کہا کہ یہ کمال جارہا ہے تو اس کو کہ فلانی فلانی 4 کتابوں کے نام لئے کہ پڑھ کے جائے اور پھر خصوصیت سے حضور نے کہا کہ فن لینڈ میں ترک ہیں اُن سے بھی رابطہ کرنا ہے یہ حضور کی پہلی ہدایت تھی‘‘۔

mtaOnline1 : (حکایاتِ صدق و وفا، مولانا کمال یوسف صاحب، قسط نمبر 32)

یہی واقعہ محترم کمال صاحب نے خاکسار کو جلسہ سالانہ فن لینڈ میں ایک انٹرویوشن کے دوران ان الفاظ میں سنایا:

’’ایک دفعہ سکینڈے نیویا آنے سے پہلے حضرت مصلح موعودؓ نے ایک مجلس میں، حضور کچھ وقت کیلئے تشریف رکھتے تھے کبھی ظہر کی نماز کے بعد کبھی عصر مسجد مبارک کی بات ہے تو حضور مجھے فرمانے لگے کہ وہ فن لینڈ میں ترک ہیں ان سے جا کے ملنا تم اور حضور نے پھر چار کتا

N:o 90 — 1937 — 7

Sir Muhammed Zafrulla Khan.

dostettu sanskritinkielinen nimi) johdolla on tehnyt todella hyvää työtä, saattanut maatalousopetuksen yliopistotasolle, perustanut mallitiloja eri puolille maata, j.n.e. Neuvoston listalla on Intiassa useita maataloudellisia instituutteja, jotka merkityksensä ja työmääränsä mukaan on jaettu eri luokkiin.

Sir Muhammedilta saimme lopuksi kuulla, että maakunnilla on varsin laaja itsehallinto omine ministerineen, ja että esim. Brittiläisen Intian alueella on 11 itsenäisesti toimivaa maatalousministeriötä eli siis ministeri jokaisessa maakunnassa. Keskushallituksen huostassa ovat n.s. yleiset asiat, kuten esim. rautatiet, posti, yleisradio j.n.e. Sir Muhammed on varsinaisesti kauppaministeri, mutta on hänellä siinä sivussa vastuu Intian rautateistä, jotka muodostavat maailman laajimpiin kuuluvan verkoston.

بیں پڑھنے کا ارشاد فرمایا مجھے تو اس وقت اتنا علم نہیں تھا مجھے اتنا یاد ہے کہ اس میں سے ایک حقیقۃ الوحی تھی اور غالباً آئینہ کمالاتِ اسلام اور دو اور کتابیں تھیں کہ یہ پڑھ کر جانا ان سے تمہاری بحث ہوگی تو ان کا پڑھنا ضروری ہے۔ تو سب سے پہلی بات جو سکینڈے نیویا کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ نے مجھ سے فرمائی وہ فن لینڈ کا ذکر تھا۔"

(۴ اکتوبر 2014ء بر موقع چوتھا جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ فن لینڈ)

ان الفاظ کو جب دل کی آنکھوں سے محسوس کرتے ہیں تو دل سے بے اختیار اُس عظیم شخص کی عظمت سے بھر جاتا ہے جو جب ایک علاقہ میں اپنے ایک داعی کو تعینات کرنے لگتا ہے تو اُس علاقہ کے ایک چھوٹے سے ملک میں بسے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت کے افراد کا خیال آپ کو آتا ہے اور آپ خاص طور پر محترم کمال صاحب کو تلقین کرتے ہیں کہ ’’فن لینڈ میں ترک ہیں اُن سے بھی رابطہ کرنا ہے‘‘۔ کیا ہی خوش بختی ہے فن لینڈ کی کہ جس کے آپؓ کے الفاظ سے بھاگ جاگ گئے اور کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ تُرک کہ جب کبھی بھی اُن کو اسلام احمدیت میں شمولیت کی توفیق ملے گی تو وہ خوشی سے جھوم اُٹھیں گے اور اُن کے دلوں سے یہ آواز نکلے گی کہ ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے۔

اور یقیناً یقیناً وہ وقت آئے گا اور انشاء اللہ جلد آئے گا، آپ رضی اللہ عنہ کے ہی الفاظ میں۔

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

ایم۔ٹی۔اے کے حکایاتِ صدق ووفا کے اسی پروگرام میں جس کا اوپر ذکر آچکا ہے مکرم محترم کمال صاحب مزید بیان کرتے ہیں:

’’اُس وقت یورپ کو جماعتی انتظامی و تبلیغی لحاظ بقیہ صفحہ 30 پر

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store | GET IT ON Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

مرسلہ: غلام مصباح بلوچ

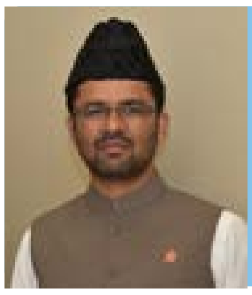

امریکن عیسائی مشنری زویمر کی قادیان آمد اور حضرت مصلح موعودؓ سے ملاقات

سموئیل مارینس زویمر (Samuel Marinus Zwemer 1867-1952) امریکن مشنری اور سکالر تھے اور مسلمان ممالک میں عیسائیت کی تبلیغی کوششوں کے حوالے سے مشہور ہیں، متعدد کتب لکھیں اور ایک رسالہ The Moslem World بھی شروع کیا۔ 1924ء میں پادری زویمر اپنے دو اور ساتھیوں Dr. Murray T. Titus (جو اُن دنوں ضلع مراد آباد میں مشن انچارج تھے) اور Dr. David Reed Gordon (جو گورداسپور میں مشنری ڈاکٹر تھے) کی معیت میں قادیان آئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔

اخبار الفضل ان کے اس دورے کی روداد بیان کرتا ہوئے لکھتا ہے:

''...... انھوں نے قادیان آنے کی خواہش ظاہر کی جس پر انھیں بڑی خوشی سے خوش آمدید کہا گیا اور 28/مئی کو ایک معزز صاحب احمدی کو بٹالہ میں انھیں رسیو کرنے کے لیے بھیجا گیا لیکن جناب پادری صاحب موصوف گورداسپور سے بذریعہ موٹر معہ پادری گارڈن صاحب انچارج ضلع گورداسپور اور پادری ٹائٹس صاحب انچارج ضلع مراد آباد قادیان تشریف لے آئے۔ جناب مفتی محمد صادق صاحب نے انھیں مختلف دفاتر اور صیغہ جات دکھائے، حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی لائبریری کی بے نظیر کتب دکھائیں، نماز عصر کے بعد جناب پادری صاحب موصوف نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے کی درخواست کی اس پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کی بیٹھک میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے چند اصحاب کی موجودگی میں انھیں شرف ملاقات بخشا۔ چونکہ اسی وقت جناب پادری صاحب واپس گورداسپور چلے جانا چاہتے تھے اور وقت بہت تنگ تھا اس لئے چندمنٹ ہی گفتگو ہوئی جو عربی میں تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آمد پر خوشی کا اظہار فرمایا اور مزاج پرسی کی، پادری صاحبان نے شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد جناب پادری زویمر صاحب نے کچھ دریافت کرنے کی اجازت چاہی اور پھر حسب ذیل گفتگو ہوئی:

پادری زویمر صاحب: کیا آپ مہربانی فرماکے بتائیں گے کہ حضرت مسیح کی روح اب کہاں ہے؟

حضرت خلیفۃ المسیح: حضرت مسیح کی روح اس وقت اسی طرح قبر میں ہے جس طرح کہ باقی انسانی روحیں قبروں میں ہیں۔

پادری زویمر صاحب: کیا آپ قرآن شریف اور احادیث کو ایک ہی رتبہ دیتے ہیں؟

حضور کے دائیں طرف حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور بائیں طرف زویمر بیٹھے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح: قرآن شریف کو ہم غلطی سے مبّرا مانتے ہیں اور حدیث پر بھی ہمارا ایمان ہے لیکن حدیث کو ہم وہ رتبہ نہیں دیتے جو قرآن شریف کو دیتے ہیں کیونکہ حدیث میں غلطی کا احتمال ہے۔

پادری زویمر صاحب: آپ کی جماعت میں اور لاہوری پارٹی میں کیا فرق ہے؟

حضرت خلیفۃ المسیح: وہ لوگ بھی حضرت صاحب کو مجدّد اور مسیح تو مانتے ہیں لیکن نبی نہیں مانتے، ہم نبی مانتے ہیں۔

یہ سن کر پادری صاحب موصوف نے تعجب سے کہا کہ جب پہلا مسیح نبی تھا تو یہ مسیح کیوں نبی نہ تھا!

پادری زویمر صاحب: یہ جو کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب مسیح تھے، اس کا کیا مطلب ہے۔ کیا حضرت مسیح کی روح مرزا صاحب میں آ گئی تھی لیکن آپ لوگ تناسخ کے تو قائل نہیں پھر مرزا صاحب مثیل مسیح کس طرح تھے؟

حضرت خلیفۃ المسیح: ہم یہ نہیں مانتے کہ حضرت مرزا صاحب میں حضرت مسیح کی روح آ گئی بلکہ ہم یہ یقین کرتے ہیں کہ آپ روحانیت میں ترقی کرتے کرتے حضرت مسیح کے مقام تک پہنچ گئے اور ان جیسی طاقتیں اور قوتیں آپ کو عطا کی گئیں۔

پادری زویمر صاحب: دنیا نہایت وسیع ہے اور اس میں بے شمار لوگ بستے ہیں ان کی ہدایت کے لئے خدا نے قادیان جیسے چھوٹے گاؤں میں مسیح کو کیوں پیدا کیا اور کسی جگہ کیوں پیدا نہ کیا؟

حضرت خلیفۃ المسیح: یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ پہلے مسیح کے لیے ناصرہ کو انتخاب کیا گیا۔

پادری زویمر صاحب: ناصرہ کا ذکر تو پہلی کتابوں میں موجود تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح: قادیان کا ذکر بھی پہلی کتابوں میں موجود ہے جیسا کہ آتا ہے یَخۡرُجُ الۡمَھۡدِیُّ مِنۡ قَرۡیَۃٍ یُقَالُ لَھَا کَدۡعَۃُ۔

اس قدر گفتگو کے جناب پادری صاحب موصوف نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے حضور کا فوٹو لینے کی خواہش ظاہر کی اور کہا کہ مَیں اسے بطور یادگار اپنے پاس رکھوں گا اور امریکہ میں جاکر دکھاؤں گا کہ میں بھی قادیان سے ہو آیا ہوں۔ حضور نے اس کے متعلق ابھی کچھ ارشاد نہ فرمایا تھا کہ جناب پادری صاحب نے کہا اگر کچھ مضائقہ ہو تو نہ سہی۔ حضور نے فرمایا نہیں، کوئی ہرج نہیں۔ اس پر جناب پادری صاحب نے صحن میں کرسی پر حضرت خلیفۃ المسیح کو بٹھایا اور ایک طرف آپ اور دوسری طرف جناب مفتی محمد صادق صاحب کو کھڑا کیا لیکن کیمرہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے جناب مفتی صاحب اور جناب پادری صاحب کو بیٹھنا پڑا اور اس طرح پادری ٹائٹس صاحب نے فوٹو لیا۔

جناب پادری صاحب کو سلسلہ کا بہت سا لٹریچر دیا گیا جس کی آپ قیمت دینے لگے لیکن کہا گیا کہ یہ آپ کے لیے ہدیہ اور تحفہ ہے، انھوں نے کہا میں بھی اپنی کتب ارسال کروں گا۔ اس کے بعد نہایت ادب اور تہذیب سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کر کے رخصت ہو گئے۔''

(الفضل 3/جون 1924ء صفحہ 1,2)

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض درسوں وغیرہ میں بھی ان کی اس ملاقات کا ذکر فرمایا ہے۔ اپنے اس دورۂ قادیان کے بارے میں زویمر صاحب لکھتے ہیں:

«From Lahore, we went to Gurdaspur and on to Qadian, the birthplace of «The Promised Messiah of the Punjab», and of the Ahmadiya Movement... Our reception was most cordial. In fact, they had sent to meet us at another railway station and invited us to spend days instead of hours.... They gave us of their best and we saw all there was to see.

Not only is the «Review of Religions» published here, but three

بقیہ صفحہ 30 پر

طلوع وغروب آفتاب

20 فروری 2021ء

	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:31	18:21
مدینہ منورہ	05:33	18:19
قادیان	05:44	18:19
ربوہ	05:24	17:59
اسلام آباد ٹلفورڈ	05:37	17:28